جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ لاہور

مئی ۲۰۱۶ء

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ انوارِ مدینہ

جلد : ۲۴	شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ / مئی ۲۰۱۶ء	شمارہ : ۵

سیّد محمود میاں مُدیر اعلیٰ	**سیّد مسعود میاں** نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-0954-020-100-7914

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	٦
دورِ حاضر کے سیاسی اور اِقتصادی مسائل اور اِسلامی تعلیمات و اِشارات	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۹
چودھویں صدی کا شیخ الحدیث	حضرت مولانا محمد قاسم علی صاحب بجنوری	۲۵
علماء وطلباء کے لیے مختصر کمپیوٹر کورس		۳۲
ذکر اللہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین اَحمد مدنیؒ	۳۳
فضائل کلمہ طیبہ اور اُس کی حقیقت	حضرت مولانا محمد اِدریس صاحبؒ اَنصاری	۴۱
شبِ براءت ...... فضائل و مسائل	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۰
ماہِ شعبان کی فضیلت	جناب مولانا غلام یٰسین صاحب	۵٦
گلدستۂ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۵۹
اَخبار الجامعہ		٦۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

۱۳/ رجب/ ۲۱/ اپریل بروز جمعرات جامعہ مدنیہ جدید میں صبح نو بجے سے بارہ بجے تک تکمیل بخاری شریف کی تقریب کا اِنعقاد ہوا، تقریب مختصر اور باوقار رہی، ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا خالد محمود صاحب اُن کے معاونین اور دیگر اَساتذہ و خدام کی محنت اور مستعدی کی بدولت تمام اُمور اِنتہائی منظّم اَنداز میں اَنجام پزیر ہوتے رہے والحمدللہ۔

تعلیمی ماحول اور لگن کے حوالے سے ہر سال یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ بعض طلباء ایسے ہوتے ہیں جو سال بھر میں ایک بھی ناغہ نہیں کرتے اِس برس دورۂ حدیث میں بھی تین طلباء ایسے تھے جن کی ایک بھی غیر حاضری نہ تھی۔

گزشتہ برسوں کی طرح اِس برس بھی ایک طالب علم میرے پاس آیا اور بتلایا کہ میں نے کوئی ناغہ نہیں کیا اَلبتہ سال کے شروع میں ایک دن دارُالحدیث میں جب داخل ہوا تو بخاری شریف کے ڈیڑھ صفحہ کی عبارت پڑھی جا چکی تھی جس کو میں نہ سن سکا میں چاہتا ہوں کہ کسی وقت بخاری کی یہ عبارت آپ کے سامنے پڑھ دُوں تاکہ اپنے اُستاد سے بخاری کا میرا سماع مکمل ہو جائے چنانچہ اگلے دن دارُالحدیث میں اُس نے وہ حصہ پڑھ کر اپنا سماع مکمل کیا۔

اِس دین کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اِس کے تمام دینی اور دُنیاوی اَحکامات اِنقطاع سے پاک اور مستند ہیں ہر طالبِ علم اور اُستاد کے پاس معلومات کی سند رسول اللہ ﷺ تک اُس سے اور آگے فرشتہ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ تک جا ملتی ہے اِسی مضبوط ملاپ کی بدولت دینِ متین کو قیامت تک کے لیے ایسا دوام حاصل ہے کہ جس پر زوال نہیں، ہماری اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اِس کا سورج کچھ وقت کے لیے گہنا تو جاتا ہے مگر ڈوب نہیں سکتا کیونکہ باری تعالیٰ کا اِرشاد ہے اور بالکل سچ اور حق ہے :

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (سُورۃ الحجر آیت : ۹)

''ہم ہی نے اُتارا ہے یہ ذکر (قرآن) اور ہم ہی اِس کے نگہبان ہے۔''

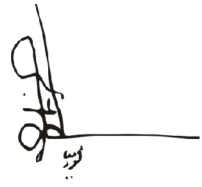

﴿ شبِ براءت کی مسنون دُعا ﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے شبِ براءت سجدہ میں یہ دُعا کرتے سُنا :

اَعُوْذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ، وَاَعُوْذُ بِرَضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ جَلَّ وَجْھُکَ ، لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ .

''اے اللہ ! میں پناہ طلب کرتا ہوں آپ کے عفو و کرم کے صدقے آپ کی سزا سے اور میں پناہ طلب کرتا ہوں آپ کی رضا کے صدقے آپ کی ناراضگی سے اور میں پناہ طلب کرتا ہوں آپ کے صدقے آپ کی پکڑ سے، آپ کی ذات بزرگی والی ہے، میں آپ کی تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتا آپ تو ایسے ہی ہیں جیسے آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے۔'' (ماثبت بالسنۃ ص ۱۷۳)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

دو رُوحانی بیماریاں .... خواہشات اور لمبی اُمیدیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت کے بارے میں جس بات کا سب سے زیادہ خدشہ ہے وہ غلبۂ خواہش نفس اور درازیٔ اُمید ہے غلبۂ خواہش نفس تو حق سے روک دیتا ہے اور اُمیدوں کی درازی آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دُنیا کوچ کر رہی ہے (یعنی دُور) جا رہی ہے اور وہ آخرت سفر کر رہی ہے (یعنی قریب) آرہی ہے اور اِن دونوں میں سے ہر ایک کی اَولاد ہے پس اگر تم ایسا کرسکو کہ دُنیا کی اَولاد نہ بنو تو ضرور کرلو کیونکہ تم آج دارُ العمل میں ہو اور کوئی حساب نہیں ہے اور کل تم دارِ آخرت میں ہوگے اور عمل نہ ہو (سکے) گا۔

یہ دونوں مرض ''ھوٰی'' اور ''طول الامل'' ضرر رساں ہوتے ہیں جس طرح اَمراضِ ظاہری نقصان دہ ہوتے ہیں اِسی طرح باطنی اَمراض بھی سراسر مضرت رساں ہوتے ہیں، ظاہری اَمراض سے جان اور باطنی اَمراض سے اَخلاق و اِیمان جاتے ہیں۔

اِرشاد فرمایا کہ فَاَمَّا الْھَوٰی فَیَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ یہ خواہشات جو باطل کے موافق اور حق سے ہٹی ہوئی ہوں یہ اِنسان کو قبولِ حق سے روک دیتی ہیں، جب ایسی خواہشات کا غلبہ ہو جاتا ہے پھر جو جی میں آتا ہے اِنسان وہی کچھ کرتا ہے عقل مغلوب ہو جاتی ہے حق کی تلاش نہیں رہتی اپنی خواہشات

ہی پر چلتا ہے، شریعتِ مطہرہ کے مقابلہ میں اپنی خواہشات کو مقدم رکھتا ہے جس کا نتیجہ ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

آگے فرمایا وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَیُنْسِی الْاٰخِرَةَ [1] اور یہ لمبی لمبی اُمیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ اِنسان ہمیشہ اِس دھوکہ میں رہتا ہے کہ ابھی تو بہت عمر باقی ہے اِسی اُمید پر وہ نیکیوں اور بھلائی کے کاموں میں سستی کرتا ہے، وہ یہی خیال کرتا ہے کہ ابھی بہت وقت باقی ہے آگے جا کر نیک کام کرلوں گا۔ تو فرمایا مجھے اُمت میں اِن دو مرضوں کے پھیلنے کا اَندیشہ رہتا ہے ''ہوی'' اور ''طول الامل'' جو نقصان وخسارے کا باعث بنتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ بات کہ اِنسان کی اُمیدیں اُس کی عمر سے ہمیشہ لمبی ہوتی ہیں ایک مثال سے سمجھائی، آپ نے ایک محیط خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ اِنسان کی اَجل ہے جو اِسے محیط ہے پھر درمیان میں ایک لمبا خط کھینچا پھر اُس کو جگہ جگہ سے کاٹا یہاں تک کہ خط کا کچھ حصہ رہ گیا، آپ نے فرمایا یہ بڑا خط اِنسان کی اُمید اور یہ چھوٹے چھوٹے خط جن سے اِس بڑے خط کو کاٹا ہے حوادثات ہیں جو اِنسان کو زندگی میں وقتاً فوقتاً پیش آتے ہیں، ایک حادثہ آتا ہے گزر جاتا ہے دُوسرا آتا ہے اُس سے بھی اِنسان بچ جاتا ہے اِس طرح ہوتے ہوتے آخر اِنسان ختم ہو جاتا ہے مگر اُس کی اُمیدیں ابھی باقی ہوتی ہیں وہ ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ [2]

اَدب کی کتابوں میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص اَشعب نامی بہت مسخرہ تھا، ایک دفعہ وہ ساتھیوں سے آکر کہنے لگا کہ آج میں تمہیں ایک بڑی خوشخبری سناتا ہوں وہ یہ کہ ملک الموت کا اِنتقال ہوگیا ! ساتھیوں نے دریافت کیا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ملک الموت کا اِنتقال ہوگیا ہے ؟ کہنے لگا کہ فلاں صاحب جن کی عمر اِتنی لمبی ہے اُنہوں نے تین سو سال کے ٹھیکہ پر زمین لی ہے ! اگر ملک الموت کا اِنتقال نہ ہوا ہوتا تو وہ معمر (شخص) اِتنی لمبی مدت کے لیے کیوں ٹھیکہ لیتا ؟ ؟ ؟

---

[1] مشکوة شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۲۱۴

[2] مشکوة شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۲۶۸

اگرچہ یہ ایک لطیفہ ہے مگر اِنسان کی اُمیدیں واقعتاً لمبی ہوتی ہیں بچپن میں یہ خیال کرتا ہے کہ جوانی آئے گی جوانی میں بڑھاپے کی اُمید میں رہتا اور جب بڑھاپا آتا ہے تو پھر بھی وہ یہی خیال کرتا ہے کہ ابھی تو بہت زندگی باقی ہے، فلاں صاحب نے اِتنی زیادہ عمر پائی فلاں نے اِتنی زیادہ عمر پائی، بس ایسی ہی اُمیدیں باندھے رہتا ہے یہاں تک کہ دُنیائے فانی سے کوچ کر جاتا ہے۔

یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ہر طرح کی اُمید نقصان دہ نہیں ہوتی، اُمید کے سہارے اِنسان زندہ رہتا ہے اگر اُمید نہ ہوتی تو بیمار ہوتے ہی اِنسان اپنی زندگی سے نا اُمید ہو جاتا اور فکر و غم اِس قدر شدت اِختیار کر جاتا کہ جان لیوا ثابت ہوتا، ہاں اَلبتہ شیخ چلّی کی طرح اُمیدوں کے محل باندھنا منع ہے اُمیدوں کی بہتات ہلاکت میں ڈالتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا[1] گویا یہ بتلایا کہ تم اپنی خود ذمہ دار ہو یعنی اِس اُمید پر عمل چھوڑ دینا صحیح نہیں کہ تم نبی کی بیٹی ہو۔

اِنسان کو چاہیے کہ اللہ سے رحمت کی اُمید اور رسالت مآب ﷺ کی شفاعت کی اُمید ضرور رکھے مگر ساتھ ساتھ عمل بھی کرے، صرف شفاعت یا رحمت ہی پر بھروسہ کر کے عمل کو سرے سے ترک کرنا اِسلامی تعلیم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور یکم مارچ ۱۹۶۸ء)

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۵۳۷۳

علمی مضامین سلسلہ نمبر ١٠ (قسط:٥)

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کردیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دورِ حاضر کے سیاسی اور اِقتصادی مسائل

اور

اِسلامی تعلیمات و اِشارات

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ ﴾

فردکی مِلکیت، تقسیمِ دولت اور تہذیبِ اَخلاق :

اِنفرادی مِلکیت کو اِسلام تسلیم کرتا ہے مگر اِس لیے نہیں کہ وہ صاحبِ اِیمان کو پونجی پتی بنانا چاہتا ہے یا سرمایہ داری سے اِس کو محبت ہے۔ فردکی ملکیت کو اِسلام نے اِس لیے تسلیم کیا ہے کہ اِنسانیت کا جوہر نکھرے اور شرفِ اِنسانیت کی وجہ اور اِنسانی عظمت کی علت مشاہدہ بن کر سامنے آئے اَخلاق کی بلندی اِنسانیت کا جوہر ہے اِسلام فرد کو اِس لیے مالک بناتا ہے کہ وہ مکارمِ اَخلاق سے آراستہ ہو۔ بخل، خودغرضی، تنگ نظری، حرص، طمع، حسد وہ ذلیل اور کمینہ خصلتیں ہیں جو شرفِ اِنسانیت سے میل نہیں کھاتیں

یہ بہائم اور درندوں کی خصلتیں ہیں، دامنِ اِنسانیت اِن گندی خصلتوں سے پاک ہونا چاہیے۔

مقدس مذہب کا پہلا مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ اِنسان اِن گندی خصلتوں سے تقدس حاصل کرے، یہ تقدس اِسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ فیض رسانی، نفع بخشی، محبت وشفقت، لطف وکرم کے موتی چمکیں اور تاجِ اِنسانیت کو مرصع کردیں، قارون جو اپنے زمانے کا سب سے بڑا اونچی پتی تھا حضرت موسٰی علیہ السلام نے اُس کو خاتمہ ملکیت کا نوٹس نہیں دیا تھا کیونکہ اِس سے نہ کسی بہتر خُلق کی تربیت ہوتی تھی اور نہ بری خصلت کا اِزالہ ہوتا تھا صرف ایک جبر وقہر ہوتا اور ظلم کی ایک مثال دُنیا کے سامنے آتی۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے اُس کو یہ نصیحت کی تھی ﴿اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ﴾[۱] جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم اِنعام و اِحسان سے تم کو نوازا ہے تم بھی اِسی طرح خلقِ خدا کو اِحسان ولطف وکرم سے نوازو۔ یعنی دولت کا مفاد یہ ہونا چاہیے کہ اِحسان و اِنعام ولطف وکرم، اِحسان مندی اور شکر گزاری کی فضا جلوہ گر ہو، دولت مند ربِ ذوالجلال کا شکر گزار ہو اور خلقِ خدا پر اِحسان کرے، خلق جو اُس کے لطف وکرم سے فیضیاب ہوگی وہ اُس کی شکر گزار اور اِحسان مند ہوگی، اِس طرح اِنسانی اُخوت بال وپر پھیلائے گی اور شجرہ اِنسانیت بارآور ہوگا۔ اِسلام یہ ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ دولت جس کے معنی ہیں ''لین دین'' اِس کی گردش بند ہو اور چند اَفراد میں منحصر اور محصور ہو کر رہ جائے۔

آج اگر '' قارون'' اور قارون کے خزانہ سے نفرت فطرتِ اِنسانی کا جز بن گئی ہے اور ''یہودیت'' کو توہین آمیز طعنہ سمجھا جاتا ہے تو صرف قرآنِ حکیم ہی ہے جس نے اِن کا تعارف کرایا یہاں تک کہ سرمایہ نواز الفاظ توہین کے الفاظ سمجھے جانے لگے اور اِن الفاظ کی تہہ میں سرمایہ داری سے نفرت دلوں میں رچ گئی ہے۔

اِسلام دولت کے لیے تقسیم کو لازمی قرار دیتا ہے اَلبتہ جب تک اِنسان اپنے ہوش وحواس اور اپنے اِختیار میں ہے وہ دولت کی تقسیم خود نہیں کرتا، وہ دولت مند سے تقسیم کراتا ہے تاکہ بخل جیسی خصلت کا روگ دولت مند کے دل سے دُور ہو اَلبتہ جب اِنسان موت کا اِستقبال کرتے ہوئے اپنے اِختیارات

---

[۱] سورۂ قصص آیت : ۷۷

کو ختم کر دیتا ہے بالفاظِ دیگر زندگی کا ورق لپیٹتے ہوئے جب اُس کے اِختیارات ختم ہونے لگتے ہیں تو اِسلام آگے بڑھ کر تقسیمِ دولت کا عمل خود کرتا ہے اَلبتہ غیروں میں نہیں بلکہ خود اُسی کے عزیز واَقارب میں اُس کے پارچے اور قاشیں تقسیم کر دیتا ہے۔

لازمی تقسیم :

زندگی میں لازمی تقسیم وہ زکوة ہے جو دولت مند پر ہر سال اِسی طرح لازمی ہوتی ہے کہ جیسے ہی سال کے آخری دِن کی شام ہوتی ہے دولت کا یہ حصہ اُس کی مِلک سے نکل کر ضرورت مند کا حق بن جاتا ہے، یہ حصہ اُس کا نہیں رہتا اگر اِس میں تصرف کرتا ہے تو وہ دُوسرے کے حصہ میں تصرف کر رہا ہے اور اِس کی آمیزش سے اپنے پورے مال کو ناپاک کر رہا ہے یہ حصہ اُس کی مِلک سے اِس درجہ خارج ہو گیا کہ اگر وہ کسی مصلحت یا حماقت سے پورے مال کو دریا میں غرق کر دے یا کسی اور طرح تباہ کر دے تو زکوة کا حصہ اُس پر پھر بھی واجب الاداء رہے گا کیونکہ یہ حصہ اُس کا نہیں رہا تھا اِس حصہ کو تباہ کر کے اُس نے دُوسرے کا حق تباہ کیا ہے۔

جذبۂ دُولتمندی اور سرمایہ داری کا اِستیصال :

جس کو ہم دولت سمجھتے ہیں ابھی اُس کا وجود بھی نہیں ہوتا کہ اِسلام دولت مندی کے مطالبات اُس پر لازم کر دیتا ہے۔ اگر چون تولہ چاندی کسی کے پاس ہے تو عرف اور محاورہ میں اُس کو دولتمند نہیں کہا جاتا مگر اِسلام اُس کو دولتمند قرار دیتا ہے اور اُس پر وہ مطالبہ عائد کر دیتا ہے جو دولتمند پر عائد ہوتا ہے۔ اگر رمضان شریف کی تیس تاریخ کو کسی کے پاس چون تولہ چاندی اُس کی ضروریات سے فاضل ہے تو اگلی صبح کو جس طرح بڑے مالدار پر صدقۂ فطر واجب ہے اِس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے کہ اپنی اور اپنے متعلقین کی طرف سے جن کی پرورش اِس کے ذمہ ہے فی کس پونے دو سیر گیہوں یا اُتنے گیہوں کی قیمت ضرورت مند کو دے۔ بقر عید کے موقع پر ایک قربانی واجب ہو جاتی ہے اور جب سال ختم ہوگا تو اُس کا چالیسواں حصہ اَدا کرنا ہوگا، جیسے جیسے دولت بڑھتی رہے گی زکوة کی رقم بھی بڑھتی

رہے گی مثلاً جب ایک لاکھ کا سرمایہ ہو جائے گا تو ڈھائی ہزار سالانہ زکوۃ کی رقم اَدا کرنا ہوگی، اب اگر اپنی اِس پونجی کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو وہ مجبور ہے کہ تجوری سے نکال کر مارکیٹ میں لائے اور اِس سرمایہ میں گردش پیدا کرے ورنہ تقریباً پچاس سال میں یہ تمام رقم زکوۃ کے راستہ ضرورت مندوں کے پاس پہنچ جائے گی۔

پھر اِسلام کی نظر میں سونا چاندی یا مالِ تجارت ہی سرمایہ نہیں ہے بلکہ وہ مویشی بھی سرمایہ ہیں جو دیہات میں بسنے والوں کے پاس ہوتے ہیں، گائے، بیل، بھیڑ، بکری، اُونٹ، بھینس، بھینسا، ہرایک جانور سرمایہ ہے ایک مخصوص مقدار (جس کو نصاب کہا جاتا ہے) مقرر ہے، اگر کسی کے پاس چالیس بکریاں ہیں تو وہ ایک نصاب کا مالک ہے اُس کو ختم سال پر ایک بکری دینی ہوگی وغیرہ وغیرہ (تفصیلات کتبِ فقہ میں بیان کی گئی ہیں)۔

پھر یہ تمام خرچ اور آج کل کی اِصطلاح میں اپنی دولت کی تقسیم اگر نام ونمود کے لیے ہے یا کسی پر اِحسان رکھنے یا اپنی کوئی غرض پوری کرنے کے لیے ہے تو اگرچہ قانونی طور پر اُس کا فرض اَدا ہو گیا ہے مگر عنداللہ اِس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے اُس مٹی میں کاشت کی نیت سے دانے بکھیر دیے جو کسی چٹان پر جم گئی تھی جیسے ہی بارش کی بوندیں پڑیں وہ مٹی بہہ گئی ساتھ میں دانے بھی بہہ گئے دُھلی دُھلائی چٹان باقی رہ گئی جہاں نہ کوئی تخم ہے نہ پودا۔ (سورۂ بقرہ آیت ۲۶۴)

اِسلام اور اِیمانی نقطۂ نظر سے یہ خرچ اِس لیے ہونا چاہیے کہ خود اُس کی اپنی اصلاح ہو، بخل وغیرہ کی بری خصلتوں کے بجائے ہمدردی مخلوقِ خدا اور لطف و اِحسان کی خصلتیں نشو ونما پائیں اور سب سے اہم بات یہ کہ بندہ کا جو تعلق اپنے رب سے ہے وہ مستحکم ہو بارگاہِ رب العزت میں اِس کو اِطاعت شعار بندہ قرار دیا جاسکے۔

ایک طرف جذبۂ سرمایہ داری کی یہ بیخ کنی ہے، دُوسری طرف خرچ (یا تقسیمِ دولت) کی یہ اہمیت ہے کہ :

(۱) کسی شخص کو نیک نہیں کہا جا سکتا جب تک اُس میں یہ بات نہ ہو کہ مال کی ضرورت کے

باوجود رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں پر خرچ کرتا رہے، مقروضوں کے قرض کی اَدائیگی اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں مدد کرتا رہے۔ (سورۂ بقرہ آیت : ۱۷۷)

(۲) کسی کو عبادت گزار نہیں کہا جا سکتا جب تک نماز کی طرح زکوۃ بھی پابندی سے اَدا نہ کرے، چنانچہ جہاں نماز کا حکم ہے ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ ساتھ ساتھ زکوۃ کا بھی حکم ہے ﴿اٰتُوا الزَّکٰوۃَ﴾

(۳) وہ شخص صاحب ِ ایمان نہیں جس کا پڑوسی بھوکا رہے اور یہ پیٹ بھر لے۔ (حدیث ِ صحیح)

(۴) صحیح معنٰی میں پاکباز اور متقی کامل وہ ہے جو اپنا مال اِس غرض سے دیتا ہے کہ اُس کا دل پاک ہو جائے اور نہیں اُس پر کسی کا اِحسان جس کا بدلہ دے، صرف اپنے بلند و برتر پروردگار کی رضا جوئی مقصود ہو۔ (سورۃ اللیل آیت : ۱۹، ۲۰)

زکوۃ کے علاوہ :

اگر فاقہ اور اِفلاس کی وبا ایسی عام ہے کہ زکوۃ کی پوری پوری رقم اَدا کرنے کے بعد بھی لوگوں کو فاقہ سے نجات نہیں ملتی تو سورۂ بلد کی وہ آیتیں جو صاحب ِ دولت کو مضطرب کرنے کے لیے کافی ہیں ملاحظہ ہوں جن کا ترجمہ یہ ہے :

''کیا اِنسان خیال کرتا ہے کہ اُس پر کسی کا بس نہیں چلے گا۔ کہتا ہے میں نے بیشمار دولت خرچ کر ڈالی۔[۱] کیا یہ (اِنسان) سمجھتا ہے کہ نہیں دیکھا اُس کو کسی نے، کیا ہم نے اُس کو دو آنکھیں نہیں دیں، زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے، اور کیا ہم نے (خیر و شر یا کامیابی و ناکامی کے) دونوں راستے اُس کو نہیں بتائے پس وہ اِنسان گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا (دُشوار راستہ طے نہ کیا) تمہیں معلوم ہے گھاٹی کیا ہے ؟ چھڑانا کسی گردن کا، مقروض کا قرض اَدا کرنا، غلام کو آزادی دلانا یا کھلانا بھوک کے دن کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک میں بسنے والے مسکین (محتاج) کو۔''

---

[۱] یعنی میں نے کھپایا مال ڈھیروں۔ (حضرت شاہ عبدالقادر صاحب ؒ)

اِن آیتوں میں دولت کی بھی شرط نہیں بلکہ ہر وہ شخص جس کو خدا نے یہ قدرتی دولت دی ہے کہ وہ ہونٹوں اور زبان سے بول سکتا ہے جس کو بینائی کی نعمت حاصل ہے اُس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اِن نعمتوں کے شکر میں مقروض کا قرض اَدا کرے، غلام کو آزادی دلائے ، فاقہ زدہ مسکینوں کی اِمداد کرے اور صرف یہی نہیں کہ اگر اُس نے اپنی جانب سے یہ اِمداد کر دی تو سبکدوش ہو گیا بلکہ حکم یہ ہے کہ دُوسروں کو بھی اِس پر آمادہ کرے یعنی ہمدردی نوعِ اِنسان اور غرباء پروری کی عام فضا پیدا کرے۔

سورۂ ماعون کی اِبتدا کی آیتوں کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمایئے اِس حکم کا اَنداز کتنا سخت ہے :

''کیا تو نے نہیں دیکھا اُس کو جو جھٹلاتا ہے دین کو، یہ وہ شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو اور نہیں ترغیب دیتا (دُوسروں کو آمادہ نہیں کرتا) مسکین کو کھانا کھلانے پر۔''

''دَیْنٌ'' کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے ''اِنصاف'' کیا ہے اور حضرت مولانا اَشرف علی صاحب نے ''روزِ جزا'' (قیامت) بہرحال یہ آیتیں تنبیہ کر رہی ہیں کہ تقاضائے دین صرف یہی نہیں ہے کہ خود خرچ کرے بلکہ تقاضائے دین یہ ہے کہ دُوسروں کو بھی آمادہ کرے، اگر اِس میں سستی کرتا ہے تو گویا سلسلۂ دین کی تکذیب کرتا ہے۔ (سورۂ اَلحاقہ ۳۰ تا ۳۲ میں اِس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے) اِن آیات میں کافر کے شدید ترین عذاب کے اَسباب میں ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے ''مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیا کرتا تھا'' اُصولِ فقہ کے لحاظ سے یہ نتیجہ اَخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب فاقہ زدہ لوگوں کی اِمداد پر دُوسروں کو آمادہ نہ کرنا موجبِ عذاب ہے تو آمادہ کرنا واجب ہے۔ اِس کے علاوہ سورۂ ہمزہ اور بہت سی آیتوں کا ترجمہ پہلے اَبواب میں گزر چکا ہے۔

ناداروں کی ذمہ داری حکومت پر ہے :

یہاں قابلِ توجہ یہ ہے کہ دارُ الاسلام میں مسکینوں اور ضرورت مندوں کی اِمداد کا فرض حکومت پر عائد ہوگا اور وہ دولت مندوں کی اِمداد سے اِس فرض کو اَدا کرے گی لیکن جہاں اِسلامی نظامِ حکومت نہیں ہے وہاں ہر دولتمند اِن آیتوں کا مخاطب ہے، نظامِ حکومت نہ ہونے کے عذر سے وہ اِن آیتوں

کے خطاب سے سبکدوش نہیں ہوسکتا ! چنانچہ یہ آیتیں مکہ مکرمہ میں اُس وقت نازل ہوئی تھیں جب مکہ دارُالاسلام نہیں تھا بلکہ بدترین دارُالحرب تھا جہاں مسلمان کو سانس لینا مشکل ہورہا تھا۔

ہم نے صرف قرآن شریف کی چند آیتیں پیش کی ہیں اَحادیث کے لیے ایک کتاب چاہیے مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰنؒ نے اِن کے علاوہ چند حدیثیں اور علماء کرام کے اَقوال پیش کیے ہیں جو اہلِ علم کے لیے دلچسپ اور معنی خیز ہیں ملاحظہ فرمائیے: (اِسلام کا اِقتصادی نظام ص۳۴۶ تا ۳۵۴)

دُوسری ضرورتیں :

پہلے گزر چکا ہے کہ صرف یتیموں اور مسکینوں کی اِمداد ہی ملت کی ضرورت نہیں بلکہ ملت کی اور بھی ضرورتیں ہیں اور بعض ایسی ہیں جو دارُالحرب اور دارُالکفر میں اور زیادہ اہمیت حاصل کر لیتی ہیں، مسلمان کچھ اِمتیاز رکھتا ہے اِسی وجہ سے اُس کو مسلمان کہا جاتا ہے، اگر کسی ملک میں وہ اپنے اِس اِمتیاز کے ساتھ زندگی گزار سکتا ہے تو اُس ملک کا نام کچھ بھی رکھیں اور فقہ کے لحاظ سے آپ اُس کو کوئی بھی حیثیت دیں اُس ملک میں بود و باش اُس کے لیے ناجائز نہیں ہوگی لیکن یہ اُس کا فرض ہوگا کہ وہ اپنے اِس اِمتیاز کو قائم رکھے اِس اِمتیاز کو قائم رکھنے کے لیے اُس کو تعلیمی نظام کی بھی ضرورت ہوگی، تبلیغ و اِصلاح کے حلقے بھی ضروری ہوں گے، مدارس مساجد مکاتب اور تربیت گاہیں وغیرہ اُس کی حیاتِ ملی کے لوازمات ہیں۔ اِن کے جملہ لوازمات پر زکوۃ اور صدقۂ فطر کی رقومات صرف نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اہلِ اِستطاعت کا فرض ہوگا کہ وہ اِن ضرورتوں کا جائزہ لیں اور اُن کے پورا کرنے کے لیے زکوۃ کے علاوہ عطیات فراہم کریں یعنی قرآنِ حکیم کی اِصطلاح کی بموجب اللہ تعالیٰ کو ''قرضِ حسن'' دیں، اِن ملی ضرورتوں سے بے اِعتنائی ملت کی اور اپنی ہلاکت ہے اِس ہلاکت سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے

''راہِ خدا میں خرچ کرو، پہلو تہی کرکے اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو اور نیکی کرو یقیناً اللہ تعالیٰ کی محبت اُن ہی کے لیے ہے جو نیکی کرنے والے ہیں۔'' [1]

---

[1] سورۂ بقرہ آیت : ۱۹۴

لازمی تقسیم کی دُوسری صورت ''ترکہ کی تقسیم'' :

جب ایک مسلمان اِس دارِ فانی سے رَختِ سفر باندھنے لگتا ہے اور وقت آتا ہے کہ چار و ناچار اپنے تمام مقبوضات دُوسرے کے حوالے کرے تو وہ ملکیت جس کی حقیقت عاریت تھی اُس کا چولہ خود بخود اُتر جاتا ہے۔ زندگی میں اُس کو ہدایت کی گئی تھی کہ یہ تقسیم کرے اور اَخلاقی کمالات پیدا کرے اَب مالکِ حقیقی خود تقسیم کا ذمہ دار ہوتا ہے، صرف ایک تہائی تک اُس کو اِجازت دی جاتی ہے کہ اپنی صوابدید کے بموجب خرچ کرے، باقی تمام ترکہ میں وہ تقسیم جاری ہوتی ہے جو مالکِ حقیقی نے اِس پختگی کے ساتھ طے کردی ہے کہ کسی کو لب کشائی کی اِجازت بھی نہیں ہے چنانچہ واضح طور پر اِرشاد فرمایا گیا ہے :

''دیکھو تمہارے باپ دادا بھی ہیں اور تمہاری اَولاد بھی، تم نہیں جانتے کہ نفع رسانی کے لحاظ سے کون سا رشتہ تم سے زیادہ نزدیک ہے اور کس کا حق زیادہ ہونا چاہیے اور کس کا کم، اللہ تعالیٰ کی حکمت ہی اِس کا فیصلہ کرسکتی ہے بس۔ اللہ تعالیٰ نے حصے ٹھہرا دیے ہیں اور وہ (اپنے بندوں کی مصلحت کا) جاننے والا (اور اپنے تمام اَحکام میں) حکمت رکھنے والا ہے۔'' (سورۂ نساء آیت : ۱۱)

''(یاد رکھو ! یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی) حد بندیاں ہیں بس جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو اللہ اُسے (اَبدی راحتوں کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہے گا اور یہ بڑی ہی کامیابی ہے جو اُسے حاصل ہوگی لیکن جس کسی نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی اور اُس کی ٹھہرائی ہوئی حد بندیوں سے تجاوز کیا تو یاد رکھو اُس کو آگ کے عذاب میں ڈال دیا جائے گا وہ ہمیشہ ایسی حالت میں رہے گا اور اُس کو رُسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔'' (سورۂ نساء آیت : ۱۳،۱۴)

بیت المال اور مداخل و مصارف :

سمجھانے کے لیے ''قومی فنڈ'' یا ''اسٹیٹ'' کا لفظ بھی بولا جا سکتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ

مبہم الفاظ بیت المال کا پورا مفہوم اَدا نہیں کرتے۔ لفظی معنی کے لحاظ سے اگرچہ بیت المال (مال کا کمرہ) اُس مکان کا نام ہے جہاں خلافتِ اِسلامی کا مرکزی خزانہ محفوظ رہتا ہو، مگر محاورہ میں اِسلامی حکومت کے پورے مالی نظام کو بھی ''بیت المال'' کہہ دیا جاتا ہے یہی عام مفہوم اِس وقت ہمارے پیش ِنظر ہے اور اِسی کی آمدنی اور خرچ کے مدات بیان کرنے مقصود ہیں۔

(١) زکوة (٢) صدقۂ فطر (٣) عشر۔ یہ تینوں مد مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں یہ صرف مسلمان سے وصول کیے جائیں گے۔ (غیر مسلم اگر چاہیں تو وہ بھی اِس طرح کا نظام قائم کر سکتے ہیں اِسلامی حکومت اُنہیں مجبور نہیں کرے گی) یتیم بچے، ضرورت مند مسلمان مرد اور عورتیں جو صاحبِ نصاب نہ ہوں ضرورت مند مسافر (اِبن السبیل) اِن کے مصارف ہیں مسلمان طلبہ کے تعلیمی وظیفے بھی اِن مدات سے دیے جاسکتے ہیں۔

(٤) ''اَوقاف'' ہر ایک وقف کی آمدنی کا مصرف وہ ہوگا جو وقف نامہ میں درج ہے، وہ مصرف نہ رہا ہو یا غلط قرار دے دیا گیا ہو تو یہ آمدنی بیت المال کے ذریعہ قریب تر یا مناسب تر مد میں صرف کی جائے گی۔

(٥) ''خراج'' وہ مال گزاری (محصول) ہے جو غیر عشری زمینوں سے لیا جاتا ہے۔ کتبِ فقہ میں عشری اور خراجی زمینوں کی تفصیلات درج ہیں، مجاہدِ ملت ؒ نے بھی ''اِسلام کے اِقتصادی نظام'' میں اِن کی تفصیل کردی ہے مراجعت کی جائے۔

(٦) ''عشور'' کو سمجھانے کے لیے درآمد برآمد کی ڈیوٹی (کسٹم ڈیوٹی) کہا جاسکتا ہے مگر عشور اور کسٹم ڈیوٹی میں بڑا فرق ہے، عشور صرف تجارتی مال پر لیا جاتا ہے ملک کے اَندر نہیں لیا جاتا بلکہ دُوسرے ملک سے درآمد برآمد پر لیا جاتا ہے۔

نصاب کی جو مقدار ہے یعنی چون تولہ چاندی اِس سے کم قیمت کے مال پر نہیں لیا جاتا بعض صورتوں میں مقروض سے نہیں لیا جاتا، مسلمان اگر زکوة اَدا کر چکا ہے تو اُس سے نہیں لیا جاتا، غیر ملکی سے اُس وقت لیا جاتا ہے جبکہ دُوسرا ملک جس سے درآمد یا برآمد ہورہی ہے وہ بھی لیتا ہو، ورنہ نہیں لیا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ اِسلام اِس عشور کو جس کا دُوسرا نام ''مکس'' بھی ہے پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے : لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ مکس وصول کرنے والے کو جنت نصیب نہ ہوگی۔ (اَبوداوٗد شریف) حدیثِ ماعز میں ہے لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْتَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ (الحدیث)

اِسلام کا منشاء یہ ہے کہ تعاونِ باہمی کے اُصول پر آزادانہ اور کھلی تجارت جاری رہے خدا کے بندے مسلمان ہوں یا غیر مسلمان، ایک ملک اور ایک قوم کے ہوں یا اُن کے ملک اور اُن کی قومیں مختلف ہوں ایک دُوسرے کے لیے سہولتیں فراہم کریں، ایک دُوسرے کو نفع پہنچائیں، باہمی روابط اور تعلقات بڑھیں تاکہ اِنسانی اُخوت جلوہ گر ہو، لہٰذا اِسلامی مملکت اپنی طرف سے کوئی ٹیکس نہیں لگائے گی اَلبتہ دُوسرا ملک ٹیکس وصول کرتا ہے تو قانونِ اِسلامی (فقہ) کا اُصول یہ بھی ہے کہ نقصان کا سدِ باب کیا جائے الضرر یُزال لہٰذا اِس حد تک کہ اِسلامی مملکت نقصان نہ اُٹھائے ٹیکس لگایا جائے گا لیکن ایک مسلمان حاکم کو اِس کے وصول کرنے میں کس درجہ اِحتیاط برتنی چاہیے، صاحبِ شریعت کا مذکورہ بالا اِرشادِ گرامی اُس کو تنبیہ کررہا ہے کہ اگر وہ بھی عام اِنسپکٹروں کا طریقہ اِختیار کرتا ہے اور اپنی کسی قسم کی بے اِعتدالی سے اِس تعاونِ باہمی کے سلسلہ بین الاقوامی تجارت کو متاثر کرتا ہے تو دوزخ کا دروازہ اُس کے لیے کھلا ہوا ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا، واللہ اعلم۔

شرح : عشور ''عشر'' سے ماخوذ ہے (دسواں حصہ) پس غیر ملکی، غیر مسلم سے دس فیصدی دارُالاسلام کے غیر مسلم سے پانچ فیصدی اور مسلمان سے ڈھائی فیصدی کیونکہ غیر مسلم سے وہ ملکی ہو یا غیر ملکی صرف اُس مال کا ٹیکس وصول کیا جائے گا جس کو وہ درآمد یا برآمد کر رہا ہے اُس کی دُکان پر یا گودام میں جو مال ہے یا اُس کے گھر میں جو زیور یا نقد کی شکل میں سونا چاندی ہے اُس پر کوئی زکوۃ نہیں ہے اور مسلمان کے تمام مال بلکہ تمام اَثاثہ پر زکوۃ واجب ہے وہ دُکان میں ہو یا گودام میں یا مکان میں نقد کی شکل میں یا زیور وغیرہ کی شکل میں۔ پس مسلمان سے اُس درآمدی اور برآمدی مال میں اگرچہ ڈھائی فیصد وصول کیا گیا ہے مگر چونکہ اُس کو کل مال پر اِس نسبت سے اَدا کرنا ہوتا ہے تو اُس کا اَوسط غیر مسلم سے کہیں زیادہ ہوتا ہے مثلاً ایک غیر مسلم کا کل اَثاثہ اگر ایک لاکھ ہے اور اُس نے دو ہزار کا مال

درآمد یا برآمد کیا ہے تو اگر غیر ملکی ہے تو اُس سے دو سو روپے اور ملکی ہے تو اُس سے سو روپے اور مسلمان ہے تو اُس سے پچاس روپے لیے گئے لیکن چونکہ مسلمان کو کل اَثاثہ ایک لاکھ پر زکوۃ اَدا کرنی ہوگی تو بیت المال کو اُس سے سال میں صرف پچاس روپے نہیں بلکہ ڈھائی ہزار روپے وصول ہوں گے جبکہ غیر مسلم سے صرف سو یا دو سو وصول ہوئے تھے۔

علاوہ اَزیں غیر مسلم غیر ملکی سے دس فیصدی اُس وقت ہے جبکہ وہ بھی اِسی نسبت سے وصول کرتے ہوں اور اگر وہ اِس سے کم وصول کرتے ہیں تو دارُ الاسلام کے اِنسپکٹر بھی اُس سے کم ہی وصول کریں گے۔ لِاَنَّا اَحَقُّ بِالْمَکَارِمِ یعنی دارُ الاسلام والوں پر زیادہ ضروری ہے کہ اُن کے اَخلاق بہتر اور بلند تر ہوں۔ مزید تفصیلات کتبِ فقہ میں ملاحظہ ہوں۔

(۷) ''جزیہ'' آنحضرت ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا وہاں کے یہودیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی بالآخر ایک معاہدہ کر لیا۔

''حکومتِ اِسلام کو حق ہوگا کہ جب ضرورت سمجھے خیبر کو یہودیوں سے خالی کرالے مگر جب تک وہ رہیں گے اَراضی پر بدستور قابض رہیں گے اَلبتہ پیداوار کا نصف حصہ حکومت کو اَدا کرتے رہیں گے۔''

جب تک یہودی خیبر میں رہے اِسی معاہدہ پر عمل ہوتا رہا، طے شدہ حصے کے علاوہ اُن سے نہ خراج لیا گیا نہ جزیہ۔ (المبسوط للسرخسیؒ ج ۲۳ ص ۲، ۳)

اِسی طرح کسی بھی مرحلہ پر کسی قوم یا کسی آبادی سے کوئی معاہدہ ہو جاتا ہے تو قرآنِ حکیم کا حکم ہے: ﴿اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾[۱] اِن معاہدات کو پورا کرو ﴿اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ﴾[۲] عہد کو پورا کرو۔

اِس طرح کے معاہدے طرفین کی صواب دید پر اور مفتوح قوم کے عوام کی رائے معلوم کرنے کے بعد ہوں گے۔ (کتاب الاموال لابی عبید، حدیث ۴۷۸، ۴۷۹ و صفحہ ۱۷۷، ۱۷۸)

آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کے دورِ مسعود میں جو معاہدے ہوئے وہ تاریخ طبری،

[۱] سورہ مائدہ آیت : ۱ [۲] سورہ بنی اِسرائیل آیت : ۳۴

فتوح البلدان بلاذری، سیرِ کبیر (اِمام محمدؒ) مبسوط (شمس الائمہ سرخسیؒ) وغیرہ میں محفوظ ہیں، اِن معاہدات کی شرطیں مختلف تھیں اَلبتہ ایک بات سب میں مشترک تھی کہ فاتح اور حکمران جماعت سے زیادہ مفتوح اور مغلوب قوموں کی سہولت کا لحاظ رکھا جاتا تھا، پھر معاہدہ پر عمل اِس اِحتیاط سے ہوتا تھا کہ خیبر کے یہودی جو مسلمانوں سے بہت گہری پرخاش رکھتے تھے (یہاں تک کہ اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کے کھانے میں ایک مرتبہ ایک عورت کے ذریعے زہر بھی ڈلوادیا تھا) جب اُنہوں نے اِس اِحتیاط کا مشاہدہ کیا جو معاہدہ پر عمل درآمد کے سلسلہ میں مسلمان اَفسر (شہیدِ موتہ سیّدنا عبداللہ بن رواحہؓ) نے برتی تھی تو بے اِختیار اُن کی زبان سے نکلا بِھٰذَا قَامَتِ السَّمٰوٰاتُ وَالْاَرْضُ اِنصاف یہی ہے جس کے سہارے زمین اور آسمان قائم ہیں۔ ؎۱

سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں حمص فتح ہوا وہاں کے عیسائی باشندوں سے معاہدہ کے مطابق خراج لیا گیا لیکن پھر ہرقل (شہنشاہ رُومۃ الکبریٰ) کی فوجوں کا دباؤ بڑھ گیا اور مسلمانوں کو عارضی طور پر حمص سے ہٹنا پڑا تو جو خراج وصول کیا تھا وہ واپس کر دیا کہ قَدْ شَغَلْنَا عَنْ نُصْرَتِکُمْ وَالدَّفْعِ عَنْکُمْ فَاَنْتُمْ عَلٰی اَمْرِکُمْ . ؎۲ ''اَب ہم دُشمن کے مقابلہ میں مصروف ہوں گے تمہاری اِمداد اور تمہارا دفاع نہیں کرسکیں گے آپ لوگوں کو اپنا اِنتظام خود کرنا ہوگا۔'' ؎۳

(۲)

لیکن اگر کوئی معاہدہ نہیں ہوا، مگر یہ مفتوح اَفراد حکومت سے تعاون کرتے ہیں یہاں تک کہ جنگ کے موقع پر اپنی فوج بنا کر کسی مسلمان جرنیل کی زیرِ قیادت مسلمانوں کی جنگی مہم میں شریک ہوتے ہیں تو ''خمس'' کا حق جو مسلمان مجاہدین کو ملتا ہے پورا پورا اِن کو بھی ملے گا۔ (شرح سیر الکبیر للامام محمدؒ ص ۳۰۹) اور اگر مسلمانوں کی فوج میں شریک ہو کر جنگی خدمات اَنجام دیتے ہیں تو ''خمس'' کا پورا حصہ تو نہیں اَلبتہ اُن کی خدمات کے پیشِ نظر اُن کی حوصلہ اَفزائی کی جائے گی اور اُن کو مناسب حصہ دیا جائے گا۔ ؎۴

؎۱ فتوح البلدان ص ۴۱، کتاب الاموال ص ۴۸۲ فقرہ نمبر ۱۴۳۷ ؎۲ فتوح البلدان ص ۱۴۳ ؎۳ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۳۸، ۱۳۹، فصل فی الکنائس و البیع و الصلبان ؎۴ حوالہ مذکور و مبسوط وغیرہ

لیکن اگر اِس طرح کا تعاون نہیں کرتے بلکہ اگر اِن کو مجاہدین کے ساتھ بھیجا جائے تو اَندیشہ ہے کہ اُن کی شرکت خطرناک ہوگی اِس بنا پر ملکی دفاع اور تحفظ کی پوری ذمہ داری مسلمانوں ہی کو برداشت کرنی پڑتی ہے تو اِس صورت میں اُن پر جزیہ لازم ہوتا ہے۔ حضراتِ فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ دولت سمیٹنا جزیہ کا مقصد نہیں ہوتا بلکہ محض جزوی تدارک اِس کا مقصد ہوتا ہے۔ بے شک یہ ایک اِمتیازی ٹیکس ہوتا ہے جو مسلمانوں پر نہیں ہوتا صرف غیر مسلموں پر ہوتا ہے اور چونکہ ایک مذہبی حکومت کی طرف سے ہوتا ہے تو اِس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ مذہب کی طرف متوجہ ہوں، مسلمانوں کے طریقوں کو پرکھیں اور اُن کے ذہن مطمئن ہوں تو یہ مذہب قبول کریں (المبسوط ص ۷۸) مگر جہاں تک مالی مفاد کا تعلق ہے تو جزیہ کو اِن مالی ذمہ داریوں سے کوئی نسبت نہیں ہوتی جو مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں۔

(۳)

قرآنِ پاک کی تصریحات کے بموجب مسلمان ''حزب اللہ'' اور ''اَنصار اللہ'' ہیں اِن کی جانیں اور تمام مال خدا کے ہاتھ بِکے ہوئے ہیں [۱] جہاد اِن پر فرض ہے دفاع اِن پر فرض ہے لہٰذا اِن کو جان بھی قربان کرنی ہے اور مال بھی۔ یہ قربانی اُن کے ذمہ نہیں ہے جن سے جزیہ لیا جاتا ہے آنحضرت ﷺ کے دورِ مسعود میں رمضان ۸ ھ میں مکہ پر فوج کشی ہوئی، حنین اور طائف کے غزوات پیش آئے اِن سے چند ماہ پہلے غزوہ موتہ اور چند ماہ بعد رجب ۹ ھ میں غزوہ تبوک ہوا، اِن تمام غزوات خصوصاً تبوک کی مہم کے وقت حالات نہایت نازک تھے، مہم اِتنی بڑھی کہ تیس ہزار مجاہدین نے شرکت کی جس کی نظیر اُس وقت تک اِسلامی تاریخ میں نہیں تھی، ایک ماہ کی مسافت کو طے کرنا پڑا، بیت المال کا اُس وقت وجود ہی نہیں تھا، ایک طرف فصل تیار دُوسری طرف مسلمانوں کے ہاتھ خالی اِس تنگدستی کے باوجود تمام خرچ مسلمانوں نے برداشت کیا۔ اِن تینوں معرکوں سے پہلے خیبر فتح ہو چکا تھا جہاں کے یہودی کافی مالدار تھے مگر اِن معرکوں کے نام پر کوئی ٹیکس تو کیا لگایا جاتا آنحضرت ﷺ نے کسی یہودی یا عیسائی سے اپیل بھی نہیں کی، صرف مسلمانوں سے چندہ کیا اور مسلمانوں نے حیثیت سے بڑھ کر چندہ دیا اور صرف مسلمانوں ہی نے اِن تمام مہموں میں شرکت بھی کی کیونکہ یہی تھے جو رضائے اِلٰہی

حاصل کرنے کے لیے خدا کے ہاتھ اپنے آپ کو بیع کر چکے تھے ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴾ [1]

جہاد کے مصارف تو دَر کنار جزیہ کی وہ نسبت (تناسب) بھی نہیں جو زکوۃ کی ہوتی ہے، جس کے پاس دس ہزار درہم (تقریبًا تین ہزار روپے) ہوں اُس کو ۴۸ درہم (تقریبًا بارہ روپے) [2] سالانہ اَدا کرنے ہوں گے جو جزیہ کی سب سے بڑی مقدار ہے۔ (دُرمختار)

دس ہزار درہم سے زیادہ کتنی ہی دولت اُس کے پاس ہو مگر اُس کو سالانہ اَڑتالیس درہم ہی اَدا کرنے ہوں گے لیکن مسلمان کو دس ہزار پر ڈھائی سو، بیس ہزار پر پانچ سو، چالیس ہزار پر ایک ہزار اَدا کرنے ہوں گے اور جس قدر دولت بڑھتی رہے گی، اُسی تناسب سے زکوۃ بڑھتی رہے گی۔

(۵)

''زکوۃ'' بوڑھے، جوان، مرد، عورت، نابینا، اَپاہج، بیمار، تندرست، تارکِ دُنیا یا دُنیا دار ہر مسلمان پر فرض ہے، صرف نصاب کا مالک ہونا اور سال کا گزرنا شرط ہے مگر جزیہ اِن میں سے کسی پر لازم نہیں ہوتا جزیہ چونکہ اُس نصرت اور اِعانت کا تدارک قرار دیا گیا ہے جو بسلسلہ دفاع اُس شخص سے مل سکتی ہے لہٰذا اُسی پر لازم ہوتا ہے جو اپنے بدن سے نصرت اور مدد کر سکتے تھے۔ عورتیں، بچے، بوڑھے، معذور چونکہ جسمانی طور پر جنگ میں کوئی مدد نہیں کر سکتے لہٰذا اِن پر جزیہ بھی لازم نہیں ہوتا، سیاسیات سے کنارہ کش، تارکِ دُنیا، سادھو یا راہب وغیرہ بھی جزیہ سے مستثنیٰ رہیں گئے۔ متوسط درجہ کے لوگوں کا جزیہ اِس سے نصف ہوگا یعنی ۲۴ درہم سالانہ (تقریبًا چھ روپے) اور معمولی درجہ کے لوگوں پر صرف بارہ درہم [3] سالانہ (تقریبًا تین روپے)۔ (کتاب الخراج لابی یوسفؒ ص ۱۲۲)

---

[1] سورۂ بقرہ : ۲۰۷ [2] آج سے تقریبًا پچپن برس پہلے کے حساب کے مطابق۔ محمود میاں غفرلہٗ

[3] بارہ درہم کے بھی صرف دس درہم رہ جائیں گے، اگر وہ چاندی کے بجائے سونے کے (دینار) کی شکل میں اَدا کرے گا۔ (بخاری شریف ص ۴۴۷) شیخ اِبن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ ایک دینار دس درہم کا ہوتا ہے مگر جزیہ کے سلسلہ میں بارہ درہم کا مانا جائے گا، یہ ہے حکومت کی سیر چشمی اور اہلِ مُلک کے حق میں رعایت۔

بہر حال بیت المال کی آمدنی ایک مد یہ بھی ہے جس کو ''جزیہ'' کہا جاتا ہے۔

(۸) اَموالِ فاضلہ :

معینہ مدات کے علاوہ بیت المال کی متفرق آمدنی کو'' اَموالِ فاضلہ'' کہا جاتا ہے مثلاً کوئی لاوارث مرا، اُس کا ترکہ یا بہ جرمِ بغاوت کسی کا مال ضبط کیا گیا تو اُس کا یہ مال بمدِ اَموالِ فاضلہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔

(۹) خمس :

اِسلام نے جہاں مذہبی معاملات کی اِصلاح کی، جہاد کو بھی مذہب اور دین کا ایک جز بنا دیا اور اِس کے قاعدوں اور ضابطوں میں بھی اِصلاحات کیں، جہاد کا مقصد معین کیا کہ :

''راہِ خدا میں خدا کے لیے حق کا بول بالا کرنے کے لیے اپنے آپ کو قربان کر دینا۔''

جب یہ مقصد ہے تو ایک مجاہد جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ خدا کا ہے اُس کا نہیں ہے، اُس کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہیے اُس کو اُس نظام کے حوالے کر دینا چاہیے جو اِس لیے کارفرما ہے کہ خدا کا حکم اور اُس کا مقرر کردہ قانون نافذ کرے۔

جاہلیت کے دورِ قدیم میں نہیں بلکہ تہذیبِ جدید کے موجودہ دور میں بھی فوج کے سپاہی اَخلاقی ذمہ داریوں سے آزاد مانے جاتے ہیں وہ صرف شہر ہی فتح نہیں کرتے بلکہ شہری آبادی کی اِنفرادی مِلکیتیں حتی کہ اُس کی عصمت اور آبرو بھی فتح کر لیتے ہیں، موقع مل جاتا ہے تو اُن کی دست درازی خود اپنے شہریوں کو بھی معاف نہیں کرتی، بیسویں صدی کی لڑائیوں کے بے شمار مشاہدات اِس کی شہادت دے رہے ہیں لیکن اِسلام نے جب جہاد کو مذہبی فریضہ قرار دیا تو وہ تمام اَخلاقی پابندیاں بھی لازم کر دیں جن کا مذہب مُعلِّم اور داعی ہوتا ہے یہاں تک کہ مجاہد فی سبیل اللہ اور ''اِیثار شیوہ'' (قربان ہونے والا) شریف و با اَخلاق مردِ مومن ایک ہی مفہوم کی دو تعبیریں ہیں۔ خیانت بہت بڑا جرم ہے لیکن اگر مجاہد خیانت کرتا ہے تو گویا ایک حاجی اِحرام باندھ کر خانہ کعبہ میں چوری کرتا ہے یہ شرمناک بھی ہے اور موجبِ عتاب بھی۔

''میدانِ جنگ گرم تھا، ایک مجاہد عین معرکہ میں جاں بحق ہو گیا، لوگوں نے کہا درجہ شہادت حاصل کر لیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم غلط ہے میں نے دیکھا ہے یہ عذاب میں مبتلا ہے ایک عبا جو اِس نے چھپا کر رکھ لیا تھا وہ آتشین پیرہن بنا ہوا ہے اُس کے شعلے اِس کے اُوپر بھڑک رہے ہیں۔'' (اَوکمال قال)

لوگوں نے اُس کا سامان دیکھا تو ایک عبا برآمد ہوا جو اُس نے غنیمت میں حاصل کیا تھا اور جمع کرنے کے بجائے خود اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ (صحاح)

بقدرِ ضرورت کوئی خوردنی چیز تو اِس کے لیے مباح ہے ورنہ علاقۂ جنگ میں جو کچھ اُس کے ہاتھ لگتا ہے اُس کا فرض ہے کہ وہ خزانہ میں جمع کرا دے اگر اِس میں کوتاہی کرتا ہے تو اپنے جہاد کو رائیگاں اور اَکارت کر رہا ہے اور عذابِ جہنم اپنے سر لے رہا ہے۔ جو کچھ مالِ غنیمت میں جمع ہوگا اُس کے چار حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیے جائیں گے اور پانچواں حصہ ''بیت المال'' میں جمع کیا جائے گا اِس کو ''خمس'' کہا جاتا ہے جو عنوانِ مضمون کا معنون ہے۔ جو علاقہ فتح ہوگا اگر اُس کے متعلق محارب قوم سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے تو وہ بھی تقسیم کیا جائے گا جس کی تفصیل ''توسیع بیت المال'' کے تحت میں آگے آئے گی۔ (اِنشاء اللہ)

حکومت کو حق ہے کہ کانوں کا اِنتظام خود کرے اِس صورت میں جملہ برآمدات ''بیت المال'' کی ہوں گی لیکن اگر سونے چاندی، تانبا، پیتل، لوہے یا رانگ کی کان کسی شخص یا کمپنی کو دے دی گئی ہے تو اُن کی پیداوار میں بھی خمس ہوگا یعنی زکوۃ کی طرح چالیسواں حصہ نہیں بلکہ جو برآمد ہوگا اُس کا پانچواں حصہ بیت المال کو دیا جائے گا۔

سمندر سے موتی یا عنبر برآمد کیا جائے تو اِمام اَبو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو اُس کو مچھلی کی طرح برآمد کرنے والے کی مِلک قرار دیتے ہیں اور اُس پر ''خمس'' لازم نہیں کرتے مگر اِمام اَبو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اُس میں بھی ''خمس'' لازم کرتے ہیں۔ (کتاب الخراج لابی یوسفؒ ص ۲۱ و ۲۷)۔ (جاری ہے)

قسط : ۲، آخری

چودھویں صدی کا شیخ الحدیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ
کے منہجِ تدریس پر ایک یادگار اور نایاب تحریر

﴿ حضرت مولانا محمد قاسم علی صاحب بجنوری، اِنڈیا ﴾

رعایتِ آداب علومِ نبویہ :

علومِ نبویہ کی فضیلت کے سلسلہ میں قرآنِ حکیم میں متعدد آیات ہیں :

قال اللّٰہ تعالٰی : ﴿ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾

قال اللّٰہ تعالٰی : ﴿ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾

اَحادیثِ مبارکہ میں بھی فرمایا گیا ہے :

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ .

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثَلٰثَۃٌ : اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَآءُ ثُمَّ الشُّھَدَآءُ .

آثارِ صحابہ میں بھی اِس مضمون کو بیان فرمایا گیا ہے قال علی بن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہ اَلْعِلْمُ مِیْرَاثُ الْاَنْبِیَآءِ اور متعدد دلائل اِس پر موجود ہیں لہٰذا اِن علومِ نبویہ کے عظیم الشان آداب ہیں جن کی رعایت کرنا ہر معلم کو ضروری ہے چنانچہ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ اِن آداب وعلوم کی مکمل رعایت فرماتے تھے مختصر طور پر چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

آپ کا مقصد درسِ علوم نبویہ سے شہرت، عزت و جاہ اور اِحترام نہ تھا بلکہ آپ کا مقصد فقط جنابِ باری تعالیٰ کا اِمتثالِ اَمر اور خوشنودی تھا نیز آپ چاہتے تھے کہ علومِ نبویہ کی نشرو اِشاعت اَعلیٰ پیمانے پر ہو تاکہ اُمت میں علماء زیادہ تعداد میں پیدا ہوں، اُمت میں سے جہلاء کی تعداد کم ہو، اللہ

کے بندوں کو راہِ راست پر لایا جائے اور دینِ اِلٰہی و سنتِ نبوی کی خدمت کی جائے۔

دُوسری چیز معلم کے لیے ضروری ہے کہ معلم وہ طریقہ اپنے شاگردوں کے ساتھ اِختیار کرے جو جنابِ رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کے ساتھ تھا چنانچہ آپ اپنے شاگردوں کے ساتھ اِس قدر شفقت و محبت سے پیش آتے تھے کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

تیسری چیز معلم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے متعلمین سے کسی معاوضہ واَجر کا طالب نہ ہو کما قال اللہ تعالیٰ ﴿ قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا ﴾ چنانچہ آپ نے مدۃ العمر اپنے کسی شاگرد سے کسی قسم کا طمع اور لالچ نہ کیا بلکہ ﴿ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ﴾ پر عمل پیرا رہے۔

چوتھی چیز یہ ضروری ہے کہ اپنے شاگردوں کو اَخلاقِ حسنہ کی جانب رغبت دلائے اور سیئات سے بچنے کی تاکید کرتا رہے چنانچہ آپ درس میں ہمیشہ سختی کے ساتھ اِن دونوں باتوں کا حکم دیتے تھے اگر کبھی ضرورت پڑتی تو تُرش لہجہ میں اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر فرماتے، ایک طرف تو شاگردوں پر شفقت کا یہ عالَم کہ اُن کے جوتے تک سیدھے کرتے دُوسری طرف اگر کوئی خلافِ شرع اَمر اُن سے سرزد ہو جائے تو پھر عدل و اِنصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا۔

پانچویں چیز یہ ضروری ہے کہ شاگردوں کو موعظِ حسنہ کے ذریعے نصیحت کرے چنانچہ آپ ہمیشہ موعظ حسنہ ہی فرماتے تھے نیز یہ بھی ضروری ہے کہ معلم متعلمین کی قوتِ اَذہان کے موافق علوم بیان کرے جس قدر کہ وہ تحمل کر سکیں چنانچہ آپ بحکمِ آقائے نامدار ﷺ اِنَّا مَعْشَرُ الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ وَ اَنْ نُخَاطِبَھُمْ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ پر پوری طرح عمل فرماتے تھے، نیز یہ سب سے زیادہ ضروری اور اَشد ہے کہ معلم کے قول و فعل میں مطابقت ہو، دُوسروں کو جس کی تعلیم دے تو پہلے خود اُس پر عامل ہو۔

آپ کے پیشِ نظر چونکہ قولہ تعالیٰ ﴿ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ اور آقائے نامدار ﷺ کا اِرشادِ گرامی اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ اللّٰہُ بِعِلْمِہٖ وَقَالَ اَیْضًا اَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ حَسْرَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رَجُلَانِ رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَیَرَی غَیْرَہٗ یَدْخُلُ بِہِ الْجَنَّۃَ لِعَمَلِہٖ وَھُوَ یَدْخُلُ النَّارَ لِتَضْیِیْعِہِ الْعَمَلَ .

یہ آیات و اَحادیث تھیں اور آپ اِن اَحادیث کی تعلیم دیتے تھے لہٰذا اِس بنا پر آپ کے قول و فعل میں

اَعلیٰ درجہ کی مطابقت تھی، آپ کا عمل تفسیرِ شریعت تھا جس کو دُنیا نے دیکھا، چونکہ آپ کی زندگی کا ہر ورق سامنے تھا کبھی آپ کے قول و فعل میں تخالف نہ پایا۔

نیز علومِ نبویہ کی نشر و اِشاعت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دُوسرے اہلِ علم کا اِحترام کرے اور سلفِ صالحین سے عقیدت رکھے اور اہلِ قبلہ کی تکفیر نہ کرے چنانچہ پوری زندگی اِس پر عمل پیرا رہے۔ درس کے وقت ضحک، ہزل نہ ہوتی تھی بلکہ حلم، وقار، رفق، مداراۃ کے ساتھ پیش آتے تھے، درس میں ہمیشہ با وضو رہتے تھے اور خوشبو اِستعمال فرماتے تھے اِس کے علاوہ تمام آدابِ علوم کو اِختیار فرماتے۔

طریقۂ درس :

قراءۃِ حدیث کے بعد اَسنادِ حدیث کے متعلق تحقیق فرماتے، رُواۃ پر فن اَسماء الرجال کی حیثیت سے بحث فرماتے اور جرح و تعدیل فرماتے، مناسب موقع پر رواۃ کے حالات بیان فرماتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جب کسی صحابی کا ذکر آتا تو اُن کی خصوصیات ذکر فرماتے اِس کے بعد متنِ حدیث کا مفہوم اِس طرح سمجھاتے کہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا تھا، حدیث میں جو مشکل الفاظ آتے تھے اُن کی لغوی تحقیق فرماتے، حدیث کے مراتب صحیح، حسن وغیرہ بیان فرماتے، اِس حدیث پر اگر کوئی اِعتراض وارِد ہوتا تو اُس اِعتراض کو بوضاحت بیان فرماتے اور اُس کے چند قوی جوابات جو مستند ہوں بیان فرماتے، تعارضِ حدیث کو اِس طرح دُور فرماتے کہ یقین کرنا پڑتا تھا کہ اِن میں کبھی تعارض ہی نہ تھا، ہر حدیث کا صحیح اور عمدہ محمل بیان فرماتے، اگر کوئی حدیث کسی جگہ مختصراً بیان کی گئی تو اُس کی تفصیل حدیث بیان فرماتے، تراکیبِ نحویہ، تشریحِ مقامات، خصائصِ کتب، فنِ حدیث کی اِصطلاحات کی تشریح، عللِ اَحکام، اُمورِ شرعیہ کے عقلی و مشاہداتی دلائل، صحابی کی اَحادیثِ مرویہ کی تعداد، وجہِ تخصیص مذاہب ائمہ اَربعہ، دیگر علوم و فنون کی اِصطلاحات کی تشریح، اَحادیث نبویہ کا صحیح محمل، اَحادیثِ منسوخہ کی مکمل بحث، فرضیت اَحکام کی تواریخ و شانِ نزول، فرقِ حقہ و فرقِ باطلہ

کے عقائد کی تشریح مع دلائل، تفسیر آیات، تشریح معجزات، مستند قصص الانبیاء، اَبحاث متعلقہ اِیمان، وجہ تسمیہ سورِ قرآنی، عصمت الانبیاء، اَحوال ائمہ حدیث، شرائط معمول بہا محدثین، اثبات قدرۃ اِلٰہیہ، تراجمِ اَبواب سے اَحادیثِ مرویہ کی مطابقت، شعب اِیمان وغیرہ کو بالتفصیل بیان فرماتے۔

اگر کوئی حدیث اِختلافی مسئلہ سے متعلق آتی تو تفہیمِ حدیث کے بعد اِختلافاتِ ائمہ بیان فرماتے اور پھر ہر اِمام کے جملہ دلائل بالتفصیل بیان فرماتے اور سب سے آخر میں مذہبِ حنفی کو قوی دلائل سے مزین فرماتے اور دلائل کو مع حوالہ بیان فرماتے، دیگر ائمہ کے دلائل کے چند قوی جوابات دے کر مذہبِ حنفیہ کو حدیث سے مطابق فرماتے تھے۔ اُس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ حنفی مذہب اَحادیثِ نبویہ کے بالکل مطابق ہے اور اِمام اَبوحنیفہؒ کو تفقہ فی الدین میں دستگاہِ کامل حاصل ہے۔

مراتبِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین، فقہ، حدیث، مذاہب، محدثین، اسامی محدثین، بلدان، رواۃِ حدیث واَو طانہم، اَنسابِ محدثین، کنیاتِ صحابہ و تابعین واَتباعہم، قبائل رُواۃ، اَعمار محدثین وولاداتہم ووفاتہم، اَلقاب محدثین فی الاسانید، زیادۃ الفاظ فقیہ بزیادۃ راوٍ، اَولادِ صحابہؓ، عللِ حدیث، رواۃ شاذہ، الفاظِ غریبہ کی تشریح، طبقاتِ محدثین، ذکر مدلسین، مغازی رسول اللہ ﷺ وغیرہ جملہ لوازمِ درس حدیث کا آپ دورانِ درس اِلتزام فرماتے تھے۔

خصوصیاتِ درس :

(۱) دورانِ درس جب کسی پیغمبر کا اِسم گرامی آتا تو ''علیہ وعلٰی نبینا الصلٰوۃ والتسلیم'' فرماتے اور اگر کسی صحابی کا نام تنہا آتا تو ''رضی اللہ تعالٰی عنہ'' اور اگر سندِ حدیث میں دُوسرے اَکابر کے ساتھ آتا تو ''رضی اللہ عنہ وعنہم'' فرماتے اور اگر ائمہ مذاہب، علماء واَولیائے سلف کا نام آتا تو ''رحمہ اللہ تعالٰی'' فرماتے بشرطیکہ وہ اہلِ سنت والجماعت سے ہوں، اِس پر پابندی سے خود بھی عمل فرماتے اور طلبہ کو بھی تاکید فرماتے تھے۔

(۲) دورانِ درس، طلبہ جس قدر بھی سوالات کرتے آپ اُن کے تسلی بخش جوابات عنایت فرماتے حالانکہ روزانہ اَوقاتِ درس کا ایک معتدبہ حصہ اِس میں صرف ہوتا تھا، اِن سوالات میں درس

سے غیر متعلق سوالات بھی ہوتے مگر آپ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جوابات دیتے ، اِس سے مقصد یہ تھا کہ متعلّمین کو مسائل کما حقہ ذہن نشین ہو جائیں اور کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے، سوالات وجوابات کا یہ طولانی سلسلہ آپ کے درس کے علاوہ اور کسی درس میں نہ ہوتا تھا۔

(۳) متعلمین سے دورانِ درس بے تکلّفانہ خطاب فرماتے اور بحکمِ حدیث نبوی اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ انتہائی شفقت ومحبت سے پیش آتے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ دارُ الحدیث میں ایک مشفق باپ اپنی اَولاد سے کھیل رہا ہے دورانِ درس کبھی کبھی مزاح بھی فرماتے تھے۔

(۴) آپ کے درسِ حدیث میں کَاَنَّ عَلٰی رُءُ وْسِھِمُ الطَّیْرَ کا منظر قابلِ دید ہوتا تھا، سب طلبہ ہمہ تن آپ کی تقریر کی طرف متوجہ رہتے تھے۔

(۵) دورانِ درس آپ ہمیشہ باوضو رہتے اور خوشبو اِستعمال فرماتے۔

(۶) بخاری شریف جلد ثانی کتاب المغازی میں بَابُ تَسْمِیَةِ مَنْ سُمِّیَ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ فِی الْجَامِعِ اَلنَّبِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْھَاشِمِیُّ ﷺ اِیَاسُ بْنُ الْبُکَیْرِ، بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَلْقُرَیْشِیُّ اِلٰی آخر ھِلَالُ بْنُ اُمَیَّةَ الْاَنْصَارِیُّ پر سب طلبہ سے دُعا کراتے تھے اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ لمعات میں مذکور ہے : اِنَّ الدُّعَاءَ عِنْدَ ذِکْرِھِمْ فِی الْبُخَارِیِّ مُسْتَجَابٌ.

(۷) بخاری شریف جلد ثانی بَابُ مَاجَآءَ فِیْ فَاتِحَةِ الْکِتَابِ کی دُوسری حدیث کو پڑھانے کے بعد سورۂ فاتحہ کے ایک مخصوص عمل کی اِن الفاظ کے ساتھ اِجازت دیتے تھے :

''یہ میرا تجربہ ہے اور مجھے اِس اَمر کی اِجازت ہے اور میں آپ حضرات کو اِجازت دیتا ہوں۔''

(۸) صحاحِ ستہ کے مصنفین چونکہ شافع المسلک ہیں اِس وجہ سے مسائلِ فقہیہ میں اَحادیث صحاح حنفی مسلک کے مخالف ہوتی ہیں اِس وجہ سے حنفی مسلک کے اِثبات میں بڑی دُشواری پیش آتی ہے، آپ صحاحِ ستہ میں ہی ایسی اَحادیث نکال کر بتلاتے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حنفی مسلک منشائے حدیث کے عین مطابق ہے۔

(۹) کسی موقع پر اگر اِستشہادِ کلامِ عرب کی ضرورت واقع ہوتی تو آپ متعدد اَشعار اور بیشمار عبارتیں کتبِ لُغت کی بِلا تکلف بیان فرماتے، اِس موقع پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ لُغت واَدب کی کتابیں کھلی ہوئی ہیں اور آپ بِلا تکلف اُنہیں پڑھتے جا رہے ہیں۔

(۱۰) کسی جگہ پر اگر کسی فن کی کوئی بحث آجاتی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اِس فن میں یدِطولیٰ حاصل ہے۔

(۱۱) درس کی اَحادیث میں جب آپ تلاوتِ حدیث فرماتے تو آپ پہلے یہ خطبہ مسنونہ پڑھتے تھے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّابَعْدُ ! فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ اَحْسَنَ الْهَدِيِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ اَلضَّلَالَةُ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ.

اگر بخاری شریف ہوتی تو اِس طرح پڑھتے :

وبالسند المتصل الی الامام الحافظ الحجة امیر المومنین فی الحدیث ابی عبد اللّٰہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن بردزبة الجعفی البخاری.

اگر ترمذی شریف ہوتی تو اِس طرح پڑھتے :

وبالسند المتصل الی الامام الحافظ الحجة امیر المومنین فی الحدیث ابی عیسٰی محمد بن عیسٰی ابن موسٰی بن سورة الترمذی رحمهم اللّٰہ تعالٰی و نفعنا بعلومه آمین قال حدثنا الخ.

(۱۲) اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ صحیح بخاری شریف کے ختم کے موقع پر جب آپ اپنے مخصوص لہجہ میں آخری حدیث

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَشْكَابَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ .

کی تلاوت شروع فرماتے تو قلوب پر رقت طاری ہونے لگتی تھی اور آپ حاضرین پر رُوحانی توجہ فرماتے تو تمام لوگ زار و قطار رونے لگتے تھے اور دل کانپ جاتے تھے اور لوگ توبہ و اِستغفار اِس طرح سے کرتے تھے گویا کہ دربارِ خداوندی میں حاضر ہیں اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی چاہ رہے ہیں اور اِس موقع پر جو دُعا مانگی جاتی تھی وہ مقبول ہوتی تھی۔ آنکھیں اَشکبار، دل تڑپتا ہوا، زبان لڑکھڑاتی ہوئی، رونگٹا رونگٹا کانپتا ہوا، غرض مجمع ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا اور توبہ و اِستغفار اور دُعا کرتا تھا، عجیب منظر ہوتا تھا، اِس کا بیان کس طرح سے کیا جائے، اِس کے اِظہار کے لیے الفاظ کہاں سے لائے جائیں، خدا گواہ ہے کہ دارُ العلوم کے ہر دور میں بخاری ختم ہوئی مگر اِس اَنداز کی ختمِ بخاری کہاں ؟ دارُ العلوم کی تاریخ میں اِس کی نظیر ملنا ممکن نہیں، رُوحانیت کا یہ عظیم الشان منظر شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ کے ساتھ ختم ہوگیا، آپ کی وفات کے ساتھ تاریخ کا ایک دور ختم ہوگیا۔

(۱۳) دورانِ درس اَمر بالمعروف نہی عن المنکر، اِعتصام بالکتاب والسنۃ کی تلقین ہمیشہ فرماتے، متعلمین کے عقائد، اَخلاق، اَعمال کی اِصلاح کے لیے جو مواعظ و نصائح ضروری ہوتے سب کی تلقین فرماتے تھے۔

تطابق عمر بخلیفۂ سوم :

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی عمر کے متعلق معرفت علومِ الحدیث صفحہ ۲۰۲ پر تحریر ہے وقتل سنة خمس و ثلثين هو يومئذ ابن اثنين وثمانين سنة نیز تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۹ پر شمس الدین ذہبیؒ فرماتے ہیں عاش بضعا و ثمانين سنة اِس طرح پر آپ کی عمر خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کے مطابق ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ .

(باقی صفحہ ۵۸)

خوشخبری

جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور

میں وفاق المدارس العربیہ کے اِمتحانات کے فورًا بعد

--- محدود نشستیں ---
ترجیحی بنیادوں پر داخلہ

علماء و طلباء کے لیے
مختصر کمپیوٹر کورس

--- تعلیم کا آغاز ---
14 مئی 2016ء
بروز ہفتہ

یہ ایسا کورس ہے جس کا شائقین کو شدت سے اِنتظار تھا اِس میں شرکت کرنے والوں کو ایسی اِضافی صلاحیتیں حاصل ہوں گی جو کسی بھی شعبہ میں کام کرنے والے علماء کے لیے اِنتہائی ضروری ہوتی ہیں

خواہشمند حضرات 13 مئی بروز جمعہ شام تک حاضری کی کوشش کریں

شرائط اہلیت :

(۱) کم اَز کم میٹرک کا سند یافتہ ہو (۲) اَصل قومی شناختی کارڈ مع فوٹو کاپی (۳) اَصل اَسناد یا مصدقہ نقول (۴) دو عدد پاسپورٹ سائز تصاویر (۵) غیر ملکی طلباء کے لیے پاسپورٹ ویزا اور دیگر اصل قانونی دستاویزات

ترجیحات :

وفاق المدارس یا کسی بھی مستند اِدارے سے دورہ حدیث کا سند یافتہ ہو، اَپنا ذاتی لیب ٹاپ یا کم اَز کم External Hard Disk 300GB ہمراہ ہو اِس سے پہلے کمپیوٹر چلانے کا کچھ تجربہ بھی رکھتا ہو

سہولیات :

۱۔ قیام وطعام ۲۔ کمپیوٹر لیب
۳۔ پروجیکٹر ۴۔ اِبتدائی طبی معائنہ

موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں

زیرِ نگرانی : مولانا ذیشان صاحب

مزید معلومات : 0335-5640494

اِنتظامیہ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد ۱۹ کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

﴿ سلسلہ نمبر : ۱ ﴾

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے حضرتؒ کے متوسلین و خدام سے اِلتماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کی تقاریر ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عند الناس مشکور اور عند اللہ ماجور ہوں۔ (اِدارہ)

ذکر اللہ

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنیؒ ﴾

نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنَتُوْبُ اِلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً دَائِمَۃً اَبَدًا کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ.

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ﴾[1]

اے اِیمان والو ! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ بے تعداد ذکر ہو شب و روز کی قید نہیں، صبح شام کی قید نہیں، طہارت غیر طہارت کی قید نہیں، کپڑے پھٹے ہوئے ہونے یا نہ ہونے کی کوئی قید نہیں، مطلب یہ ہے کہ ہر وقت ہر لحظہ اور ہر ایک حالت میں اللہ کے ذکر میں لگے رہو۔

دُوسری آیت میں ہے : ﴿ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ ﴾ (النساء : ۱۰۳) ''اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے۔'' یعنی جو بھی حالت ہو ہر حال میں اللہ اللہ کرو، پہلی آیت میں ذکر کے ساتھ تسبیح کا بھی ذکر ہے شریعت میں جتنی عبادتیں ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ اِن

---

[1] سورہ اَحزاب : ۴۱ ، ۴۲

میں سے ہر ایک کی ایک ایک حد ہے مثلاً نماز کے متعلق اِرشادِ خداوندی ہے ﴿ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ﴾ ۱ ''نماز قائم کرو دِن کے دونوں طرف اور رات کے کچھ حصہ میں۔''

فرض روزوں کے لیے بارہ مہینوں میں ایک مہینہ معین ہے۔ زکوة سال بھر میں ایک دفعہ فرض ہوتی ہے ایسے ہی حج سال بھر میں بلکہ عمر میں ایک دفعہ اِس کی اَدائیگی مطلوب ہے لیکن ذکر اللہ کے لیے کوئی حد نہیں اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ بندہ بے شمار بے تعداد ذکر چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ہر حال میں جاری رکھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث سے سمجھ میں آتا ہے : کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَذْکُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِهٖ ۲ ''رسول اللہ ﷺ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رکھتے تھے۔'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اِتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ سمجھنے لگیں، ذکر کی نہایت مرغوبیت مقصود ہے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرا بندہ زیادہ سے زیادہ میری یاد کرے۔

مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اللہ کے نزدیک کون شخص زیادہ مرتبہ والا ہے، فرمایا اَلذَّاکِرُوْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتُ ۳ یعنی ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں

اِس سے لوگوں کو شبہ ہوا کہ جہاد کرنے والے لوگوں کا مرتبہ بڑا ہونا چاہیے کیونکہ سب سے بڑی قربانی اُن کی ہے اُنہوں نے ذاکرین سے کہیں زیادہ اپنی جان کھپائی ہے اور مال قربان کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجاہدین سے بھی ذاکرین کا درجہ بڑا ہے۔ وَلَوْ خَضَبَتْ اَبْدَانُهُمْ وَنُهِبَتْ اَمْوَالُهُمْ (او کما قال) یعنی مجاہدین جن کے بدن خون سے رنگے ہوئے ہوں اور اُن کے اَموال لُوٹ لیے گئے ہوں اُن سے ذاکرین کا درجہ بڑا ہے۔

بھائیو ! غور کرو ذکر کرنے کے متعلق کیا شاندار اِرشاد فرمایا ہے آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں :

---

۱ سُورہ ھود : ۱۱۴ ۲ مشکوۃ شریف کتاب الطھارۃ رقم الحدیث ۴۵۶

۳ مسلم شریف کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار رقم الحدیث ۶۸۰۳

اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرِقِ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ ،قَالُوا: بَلٰی ، قَالَ : ذِکْرُ اللّٰہِ. [1]

''دیکھو میں تمہیں ایسا عمل بتا رہا ہوں جو تمہارے رب کے یہاں سب سے بہتر ہے جس سے تمہارے درجے بلند ہوتے ہیں اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کے خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہے اور تمہارے لیے اِس سے بہتر ہے کہ دُشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے تم اُن کو قتل کر دو اور وہ تمہیں قتل کر ڈالیں۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بتائیں وہ عمل کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا : اللہ کا ذکر۔''

مختصر یہ کہ ذکر اللہ کو سب سے افضل قرار دیا اِس کو اُن تمام قربانیوں پر ترجیح دی۔

بھائیو ! آج ہم اِس کی قدر نہیں جانتے قیامت میں اِس کی قدر معلوم ہوگی، مختلف عنوانوں میں جنابِ رسول اللہ ﷺ اِس کا ذکر فرماتے ہیں اور اِس کی ترغیب دلاتے ہیں۔

قرآنِ پاک میں قیامت کا ایک نام یَوْمَ الْحَسْرَۃُ ہے کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ﴾ آقائے نامدار ﷺ سے سوال کیا گیا کہ روزِ قیامت کافر و منافق کے لیے یَوْمَ الْحَسْرَۃُ ہے کہ کفر و نفاق کی وجہ سے حسرت کریں گے لیکن مومن کے لیے یَوْمَ الْحَسْرَۃُ کیوں ہوگا جب مومنین نے قرآن و حدیث کے مطابق اپنے عمل کو سنوارا ہے وہ کیوں اَفسوس کریں گے ؟ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا بیشک، مطیع اور فرمانبردار لوگ بھی اَفسوس کریں گے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے یاد کرنے پر ہر ہر مرتبہ کے ذکر پر اِتنا بڑا اَجر دے گا تب ہر ایک اَفسوس کرے گا کہ میں نے سو ہی مرتبہ کیوں ذکر کیا، میں نے ہزار ہی مرتبہ پر کیوں کفایت کی، لاکھ مرتبہ یا کروڑ مرتبہ پر ہی کیوں قناعت کی اور کیوں نہیں کیا۔ غرضیکہ ہر مطیع اور فرمانبردار بھی اَفسوس کرے گا کہ اور ذکر کرتا تو اور غیر معمولی اَجر پاتا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ذکر کے لیے کوئی حد کوئی غایت کوئی نہایت نہیں۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۲۶۹

ہر آن کہ غافل اَز وے یک زمان ست
ہماں دم کافرست اما نہان ست
مبادا غافلی پیوستہ باشد
در اِسلام بروے بستہ باشد [1]

یہ حضرت شیخ عبدالحق ردولویؒ کے اَشعار ہیں اُن کے یہاں تھوڑی دیر کی غفلت بھی کفر ہے۔

میرے بھائیو ! چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے زیادہ سے زیادہ ذکر کرو قرآنِ پاک میں اِرشاد ہے ﴿اَلذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتُ﴾ اِس میں کوئی قید نہیں۔ نجات پانے والوں میں اَعلیٰ درجہ ذکر کرنے والوں کا ہے، بے وضو نمازی پر عتاب ہوگا، جان بوجھ کر بے وضو نماز پڑھنے والے پر کفر کا فتوی ہے آنحضرت ﷺ کا اِرشاد ہے لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ [2] مگر ذکر کے لیے وضو شرط نہیں وضو ہو یا نہ ہو، غسل جنابت کیا ہو یا نہ کیا ہو، ذکر کرو۔

نماز کے لیے شرط ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرو، اگر پورب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں تو کفر کا فتوی ہے [3] لیکن ذکر ہر جہت میں کر سکتے ہیں، مادرِزاد ننگے ہوں نماز نہیں ہوسکتی، سر سے پیر تک عورتوں کو اور ناف سے گھٹنے تک مردوں کو چھپانا ضروری ہے لیکن کیا ذکر کے لیے یہ شرط ہے ؟ ننگے ہو یا کپڑے پہنے ہو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر وقت مطلوب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ دیکھیے کس قدر ذکر اللہ کی تاکید ہے کس قدر اِس کا مطالبہ ہے قرآن شریف میں ہے :

﴿ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ط اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ﴾ (سُورۃ العنکبوت : ۴۵)

---

[1] جو کوئی بھی اللہ سے ایک گھڑی بھی غافل ہے تو وہ اُس وقت کافر ہے اگرچہ اُس کا کفر چھپا ہوا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ غفلت مسلسل ہوجائے اور اِسلام کا دروازہ اُس پر بند ہوجائے۔

[2] مشکوۃ شریف کتاب الطھارۃ رقم الحدیث ۳۰۱ [3] ایشیائی لوگ جو بیت اللہ کے مشرق میں آباد ہیں۔

''جس کتاب کی تم پر وحی اُتاری جارہی ہے اُس کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو بے شک نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی بات ہے۔''

اِس آیت میں تین عبادتوں کا ذکر ہے :

(۱) ''تلاوت'': تلاوت کلام اللہ شریف کا یہ درجہ ہے کہ اِرشاد ہوا ہے کہ ایک ایک حرف پر دس دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے وَلَا اَقُوْلُ "الٓمٓ" حَرْفٌ بَلْ "اِلِفٌ" حَرْفٌ وَ"لَامٌ" حَرْفٌ وَ"مِيْمٌ" حَرْفٌ یعنی آنحضرت ﷺ نے یہ وضاحت بھی فرمادی کہ حرف سے مثلاً پورا ''الم'' مراد نہیں بلکہ ''الف'' ایک حرف ہے اُس پر دس نیکیاں، ''لام'' ایک حرف ہے اُس پر دس نیکیاں اور ''میم'' ایک حرف ہے اُس پر دس نیکیاں اور ''الم'' پر تیس نیکیاں۔ اب پڑھتے جائیے نیکیاں گنتے جائیے مگر ہم اپنی بے وقوفی سے قرآن شریف کی تلاوت کی قدر نہیں کرتے اور بعض بیوقوف کہتے ہیں کہ بے سمجھے قرآن شریف پڑھنے سے کیا فائدہ حالانکہ آقائے نامدار ﷺ نے سمجھنے نہ سمجھنے کی کوئی قید نہیں لگائی اور لطف یہ ہے کہ مثال میں ''الم'' پیش فرمایا ہے جس کے معنی کسی کو بھی معلوم نہیں، بس اگر آپ ترجمہ جانتے ہیں تو نورٌ علی نور اور ترجمہ نہیں جانتے تب بھی آنحضرت ﷺ کے اِرشاد کے مطابق ہر حرف پر دس نیکیاں۔

پس میرے بھائیو ! اِس کی پابندی کرلو کہ روزانہ صبح کو ایک پارہ پڑھ لیا کرو پھر دیکھو آپ کو کس قدر اللہ تعالیٰ کا اِنعام حاصل ہوگا۔ اَفسوس صبح اُٹھتے ہی سگریٹ پیتے ہیں اَخبار پڑھنے میں لگ جاتے ہیں چائے نوشی میں لگ جاتے ہیں، صبح صبح ایک پارہ پڑھ لیجیے، اِس ایک پارہ میں کئی ہزار حروف آتے ہیں تو ہر روز کتنے خزانے آپ کے ہاتھ لگ جائیں گے۔

(۲) بھائیو ! اللہ تعالیٰ نے اپنے اِس اِرشاد میں دُوسرا حکم یہ فرمایا ہے ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ﴾ لَمْ يَقُلْ صَلِّ بَلْ قَالَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ یعنی اِس آیت میں نماز پڑھو نہیں فرمایا بلکہ نماز کو کھڑا کرو فرمایا، بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں اُسے کھڑا نہیں کرتے، ترتیل کے ساتھ معانی کا لحاظ کر کے پڑھو، اِس کا سوچنا کہ شہنشاہِ عالم کے سامنے کھڑا ہوں جو میرے دل و دماغ کے خیالات کو جانتا ہے ہر ہر حرکت کو جانتا ہے اُسی شہنشاہ اُسی رحمٰن ورحیم اُسی جبار وقہار کے سامنے کھڑا ہوں، ہر رکوع کو سجدے کو قیام کو قعود کو ترتیب

اور اِطمینان کے ساتھ اَدا کرو۔ پس اگر تمام شرطوں تمام اَحکام اور جملہ آداب کی پابندی کرتے ہوئے نماز اَدا کی تب تو نماز کھڑا کرنا ہوا، رکوع سجدہ اور جلسہ میں اگر سکون و اِطمینان نہیں ہوا تو نماز تو ہو جائے گی لیکن اِقامتِ نماز نہیں ہوگی۔ دیکھو ایک معمولی اَفسر سامنے آتا ہے تو ہم کیسے سکون اور اِطمینان سے اُس سے باتیں کرتے ہیں لیکن ایک شہنشاہ جو عالم الغیب ہے جس کے علم سے ایک ذرّہ غائب نہیں اُس کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں بھاگ دوڑ کرتے ہوئے چہرہ کعبہ کی طرف دل بیوی بچوں میں، یہ بھاگ دوڑ کی نماز ہے اِسے اِقامتِ نماز نہیں کہتے۔ جیسا کہ ہر دوا اَلگ تاثیر رکھتی ہے، کونین سے ملیریا اور گُلِ بنفشہ سے زکام رفع ہوتا ہے غرض ہر دوا میں اللہ تعالیٰ نے الگ تاثیر رکھی ہے، پانی سے پیاس، کھانے سے بھوک جاتی ہے اِسی طرح نماز بھی دوا ہے ہمارے رُوحانی اَمراض کی، چنانچہ اِرشاد ہے ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ بے حیائی کی باتیں، منکر باتیں، نہایت بری باتیں، نماز اِن چیزوں سے روکتی ہے نماز میں نہایت قوی تاثیر ہے جس طرح ظاہری دوائیں جسمانی اَمراض کو روکتی ہیں اِسی طرح فحشاء اور منکر کو نماز روکتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک واقعہ پیش آیا ایک خوبصورت عورت پردے کے ساتھ نماز میں جایا کرتی تھی۔

ایک نوجوان اُس پر عاشق ہوگیا، عورت نکاح شدہ تھی۔

اُس نوجوان نے بیبا کی سے کہلوایا میں ملنا چاہتا ہوں۔

عورت جواب دیتی ہے میں ملنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے چالیس روز تک نماز پڑھ لو !! روپیہ پیسہ کی ضرورت نہیں ہے !!!

نوجوان نے سمجھا بڑی آسان بات ہے، وہ نوجوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے مسجد میں چلا جاتا تھا آٹھ دس روز اُس عورت کے مکان سے گزرا، دس بارہ روز کے بعد اُس میں کمی آگئی بیس پچیس روز کے بعد بالکل کمی ہوگئی !

چالیس روز کے بعد عورت پیغام بھیجتی ہے !!

مرد کہتا ہے دل چھوٹ گیا اَب اللہ کا عاشق بن گیا ہوں ! ! !

عورت نے خاوند سے تذکرہ کیا خاوند نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا فَقَالَ سَیِّدُنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ صَدَقَ اللّٰہُ ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ﴾ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔

(۳) تیسری بات ہے ﴿وَلَذِکْرُاللّٰہِ اَکْبَرُ﴾ بڑی مقدس عبادت ہے ذکر اللہ جس کو ''اکبر'' فرمایا گیا ہے یعنی بہت بڑی، لام ''تاکید'' کا لایا گیا ہے اور لفظ ''اکبر'' لایا گیا ہے مفضّل علیہ محذوف ہے یعنی یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ کس سے بڑا ہے مطلب یہ ہے کہ ہر عبادت سے یہ عبادت بڑی ہے، غور کرو ذکر اللہ کی کس قدر بڑائی ہے یعنی تلاوت سے اور نماز سے بھی بڑی عبادت ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر۔

بھائیو اور بزرگوں ! فرضوں کے اَدا کرنے کے ساتھ ساتھ جس قدر ممکن ہو چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ کو جاری رکھو حدیث شریف میں ہے : اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ میں اُس کا ہم نشین ہوں جو میرا ذکر کرے۔ غور کیجیے ! ایک تھانیدار کے پاس جانے والے کی ایک کلکڑی کے پاس جانے والے کی آپ تعظیم کرتے ہیں تو غور کیجیے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو اپنا ہم مجلس فرماتے ہیں ! کتنا بڑا درجہ ہے اُس شخص کا ! !

میرے بھائیو ! جو اَولیاء گزرے ہیں، خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پرانے کپڑوں میں رہتے تھے، کھانے پہننے کے ذخیرے اُن کے پاس نہ تھے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ لو لگانے کی وجہ سے اَثر یہ تھا کہ جو زبان سے کہتے وہ ہو جاتا تھا اللہ تعالیٰ اُس کو پورا کر دیتا تھا، یہ ذکر اللہ کا اَثر تھا، اِخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہزاروں نہیں کروڑوں اُن سے مستفید ہوئے، ہم شب و روز غفلت کے ساتھ رہتے ہیں، بیوی بچے کی فکر میں مبتلا ہیں قرآن پاک کہتا ہے : ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ﴾ [۱] بیوی بچے کی خبر گیری کرو لیکن ذکر اللہ سے غفلت نہ ہو یہی بات رسول اللہ ﷺ نے اپنے اَصحاب کو

[۱] سُورۃ النور : ۳۷

سکھلادی مسلمان اُس زمانہ میں کھیتی باڑی تجارت میں ذکر اللہ سے غفلت نہ کرتے تھے۔ ﴿ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ﴾ [1] اُن کی شان فرمائی گئی ہے یعنی دُنیا کے کاروبار کے باوجود زبان پر ذکر جاری دل میں اللہ کی یاد اور قیامت کے محاسبہ کا خوف۔ اِس کے برعکس ہمارے زمانہ کے پیر صاحب ہیں کہ مسجدوں میں مریدوں سے نذرانے وصول کرنے بیٹھ گئے، صحابہؓ ! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے نہ تھے، کھیتی کرتے تھے کھجوروں کے باغ درست کرتے تھے جملہ اَکابرین صحابہ محنت کی زندگی گزارتے تھے لیکن ذکر اللہ سے غفلت نہ کرتے تھے۔

میرے بھائیو ! ہمارا فرض ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ اِختیار کریں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کریں، اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں دل میں اُسی کی یاد ہو اور زبان پر اُسی کا نام، سب کام ہو مگر سب کاموں سے مقدس یہ کام۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو توفیق بخشے، یہی زندگی مبارک زندگی ہے جو اُس کی یاد سے بابرکت ہو۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۞ ۞ ۞

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

[1] سُورۃ المنافقون : ۹

قسط :۱

فضائل کلمہ طیبہ اور اُس کی حقیقت

﴿ حضرت مولانا محمد اِدریس صاحب اَنصاری رحمۃ اللہ علیہ ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنُ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ صَلَاۃً دَائِمَۃً وَّسَلَامًا کَامِلَۃً عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

اِسلام کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا رُکن :

اِسلام کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا رُکن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے جو شخص بھی دل سے اِس کے معنی کو سچ سمجھ کر زبان سے اِس کا اِقرار کرے گا وہی مسلمان ہے اور جو شخص صرف زبان سے یہ کلمہ پڑھتا ہے لیکن دل سے اِس کے معنی سچ نہیں سمجھتا وہ مسلمان نہیں، اِسی طرح جو شخص دل سے اِس کی تصدیق کرتا ہے لیکن بغیر مجبوری کے زبان سے اِس کا اِقرار نہیں کرتا وہ بھی مسلمان نہیں۔

(۱) حضرت اَبوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے اپنی دو جوتیاں دے کر اِرشاد فرمایا : اے اَبوہریرہ ! میری اِن دونوں جوتیوں کو لے جاؤ اور جو شخص بھی تم سے اِس دیوار کے پیچھے ملے اور وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا زبان سے اِقرار کرتا ہو اور دل سے اِس کے معنی کی تصدیق کرتا ہو اُس کو جنت کی خوشخبری پہنچا دو یعنی وہ مسلمان ہے کیونکہ جنت میں مسلمانوں کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا۔ (مشکوۃ)

(۲) حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ اُونٹ پر سوار تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اُس وقت آپ نے فرمایا: اے معاذ ! اِس کے جواب میں معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْکَ آپ نے بغیر کسی جواب کے

دوبارہ فرمایا اے معاذ ! معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ آپ نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا اے معاذ ! معاذ رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَعْدَیْكَ تب تیسری مرتبہ آپ نے اِرشاد فرمایا جو کوئی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا زبان سے اِقرار کرے اور دل سے اِس کے معنی کو سچ جانے وہ دوزخ پر حرام ہے۔ معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ کیا میں لوگوں کو اِس کی خبر نہ دے دُوں تاکہ وہ لوگ خوش ہو جائیں، آپ نے فرمایا نہیں، کیونکہ لوگ اِس پر بھروسہ کرتے ہوئے عملوں کو چھوڑ بیٹھیں گے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے اِنتقال کے وقت اِس حدیث کو ہم سے بیان کر دیا تاکہ علم چھپانے کا گناہ نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

(۳) حضرت اَبوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اِس اَمر کی نجات کس طرح ہوگی ؟ آپ نے جواب دیا جس نے مجھ سے وہ کلمہ قبول کیا جو میں نے اپنے چچا (اَبوطالب) پر پیش کیا تھا جسے اُنہوں نے قبول نہ کیا پس وہی کلمہ طیبہ اُس کے واسطے نجات ہے۔ (مسند اَحمد)

(۴) حضرت اَبوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سفید چادر اَوڑھے ہوئے آرام فرمارہے تھے میں وہاں سے واپس ہو گیا، دوبارہ پھر حاضرِ خدمت ہوا تو آپ جاگ گئے تھے اُس وقت آپ نے فرمایا جو شخص بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا زبان سے اِقرار کرے اور پھر اِسی اِعتقاد پر وہ مرجائے وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت اَبوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نہایت تعجب کے ساتھ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے ! آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے، دُوسری مرتبہ پھر حضرت اَبوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے !! یعنی تعجب کے ساتھ اَبوذر رضی اللہ عنہ نے دُوسری مرتبہ سوال کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ تیسری مرتبہ حضرت اَبوذر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے !!! تیسری مرتبہ بھی آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے، اگرچہ اَبوذرؓ کی ناک مٹی میں مل جائے یعنی چاہے تجھے کتنا ہی تعجب ہو، بات یوں ہی ہے کہ جو

شخص بھی کلمہ طیبہ کا زبان سے اِقرار کرے گا اور دل سے اِس کے معنی کی تصدیق کرے گا وہ مسلمان ضرور ہے اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے جیسے گندے سے گندے اور ناپاک عمل کرلے۔(بخاری و مسلم)

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی کنجیاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اِقرار کرنا ہے(مسند اَحمد) یعنی جو شخص بھی کلمہ طیبہ کا اِقرار کرے گا اُس کو جنت کی کنجی حاصل ہوجائے گی گویا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جنت کے داخلے کا ٹکٹ ہے جس کے پاس یہ ٹکٹ ہوگا وہ جنت میں چلا جائے گا ورنہ نہیں جائے گا۔

(۶) حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں اِیمان کی بنیاد ہیں اگر یہ نہ ہوں تو اُس کا اِیمان باقی نہ رہے گا: (۱) جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اِقرار کیا اُس کے جان و مال کو نقصان نہ پہنچاؤ (۲) چاہے وہ کتنا ہی بڑا گنہگار ہو اُس کو کافر نہ کہو (۳) چاہے وہ کوئی بھی عمل کرے اُس کو اِسلام سے خارج نہ کرو۔(اَبوداؤد)

نوٹ : اَحکامِ اِلٰہیہ کی فرمانبرداری اور اَرکانِ اِسلام کی ظاہری پابندی کرنے کو ''اِسلام'' کہتے ہیں اور اِس چیز کا یقین اور اِعتقاد کرنا کہ جو کچھ جنابِ رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے لائے ہیں وہ حق اور درست ہے اور اِس کے مقابلہ میں کوئی چیز بھی حق نہیں چاہے تمام دُنیا کے سمجھدار اور عقلمند اِس کے خلاف اپنا تجربہ اور مشاہدہ بیان کریں اِس کو ''اِیمان'' کہتے ہیں اور اِسلام اور اِیمان دونوں کے مجموعہ کو ''دین'' کہتے ہیں یعنی جس شخص کے ظاہری اَعمال خدا کے حکم کے ماتحت ہوں اور وہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو دل سے سچا سمجھتا ہو وہ دیندار ہے ورنہ بد دین۔(مظاہرِ حق ج ۱ ص ۲۳)

کلمہ طیبہ کے معنی :

اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو زبان سے کہتا ہے اُس کے معنی کو سمجھے اور دل سے یقین کرے اور اِس میں کچھ شک نہ کرے اور جب خوب یقین کرلیا اور اُس کے دل نے اِس پر مضبوطی حاصل کرلی اور اِس طرح کا اِقرار پکڑلیا کہ کسی طرح کا شک وشبہ اُس میں نہ ہو تو اَصل مسلمانی میں اِس قدر کافی ہے۔

کلمہ طیبہ کے دو حصے ہیں :

اَوّل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دُوسرا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پہلے جزو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اِمام غزالی نے کیمیائے سعادت میں یہ معنی لکھے ہیں کہ اللہ کے سوا اپنی طرف سے کسی کو حکم دینے کا اِختیار نہیں یعنی حکم ماننے کے قابل اللہ کے سوا کوئی نہیں بلکہ صرف اللہ ہی کی ذات ایسی ہے جس کی حکومت جس کا قانون جس کے فیصلے تسلیم کیے جائیں، حق تعالیٰ خود اِرشاد فرماتا ہے ﴿ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ جب اُس نے پیدا کیا ہے تو حکومت کرنے کا حق بھی اُسی کو حاصل ہے، اگر بادشاہ کی اِطاعت کی جائے تو محض اِس بنا پر کہ اللہ نے اُس کی اِطاعت کا حکم دیا ہے ﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنکُمْ﴾ تابعداری کرو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اپنے حاکم اور بادشاہ کی۔

اگر ماں باپ کی دلداری اور دل جوئی کی جائے، کلچر اور سیاست میں، اپنی نشست و برخاست اُٹھنے بیٹھنے سونے اور جاگنے میں غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو میں تو صرف اللہ کی ہدایت کو اور اُس کے اَحکامات کو قبول اور تسلیم کرلے۔

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

نماز :

نماز عبادت ہے لیکن جب تک اللہ کے حکم کے ماتحت ہو ورنہ زوال اور غروب کے وقت یہی نماز حرام ہے۔

روزہ :

روزہ بے شک بہت بڑی عبادت ہے لیکن جب تک قانون کے ماتحت ہو ورنہ عید کے دن یہی روزہ حرام ہے۔

جہاد :

جہاد اَعلیٰ درجہ کی عبادت ہے لیکن جبکہ اللہ کے نام کی سر بلندی کے لیے ہو، ورنہ وہی جہاد

مردُود و ملعون ہے۔

بیوی :

بیوی سے صحبت کرنا بے شک قابلِ ثواب ہے لیکن حیض کے دنوں میں یہی صحبت حرام ہو جاتی ہے ﴿ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ ط قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ ﴾ بیوی سے محبت کرنا اور اُس کے حقوق اَدا کرنا یقیناً ثواب ہے لیکن جب تک اللہ کی طرف سے اِس کی اِجازت نہ ہو، حضرت حنظلہؓ بیوی سے پہلی رات کی ملاقات میں مصروف ہیں لیکن جہاد کی منادی کی آواز سن کر بیوی کے پاس سے جدا ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس اب ہماری اور تمہاری محبت ختم، اب اللہ کی طرف سے اِجازت نہیں تو (بیوی سے محبت) صرف اِس بناء پر ہے کہ اللہ نے اُن کی دلداری اور دلجوئی کا حکم دیا ہے۔

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ اِسی طرح بیوی بچوں کی پرورش اِس بناء پر کی جائے کہ اَحکم الحاکمین کی طرف سے اُس پر ذمہ داری ہے، عورت اپنے خاوند کی اِطاعت صرف اِس بناء پر کرے کہ اللہ نے خاوند کو عورت پر حاکم بنایا ہے ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾

سود، جوا، چوری، رشوت، حرام خوری، زنا، جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان، شراب خوری وغیرہ اِس لیے قابلِ ترک ہیں کہ اللہ نے اِن کو چھوڑنے کا حکم فرمایا ہے ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

اور جب مسلمان نے اِن معنوں کو سمجھتے ہوئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا دل اور زبان سے اِقرار کیا تو اُس پر لازم آتا ہے کہ اپنی آزادی اور خود مختاری کو خاک میں ملا دے، اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اللہ کے حکم کے مقابلہ میں ٹھکرا دے اور اللہ کا بندہ بن کر رہے۔ حضور ﷺ کا اِرشاد ہے تم مومن نہ ہوگے جب تک تمہاری خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو جائیں۔ (مشکوۃ شریف)

جو چیز خدا کے نزدیک پسندیدہ اور اچھی ہو وہی اُس کے نزدیک بھی پسند ہو اور جو چیز خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہو وہی اُس کے نزدیک بُری ہو اور اپنے اَخلاق میں، برتاؤ میں، تمدن اور معاشرت میں کہ تمہارے پاس رہوں اور یہ کہہ کر جہاد میں جا کر شہید ہو جاتے ہیں۔ حضرت اِبراہیم علیہ السلام

حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کو مکہ کے غیر آباد جنگل میں چھوڑ کر واپس ہوتے ہیں، بیوی کہتی ہے میرا کیا قصور ہے جو اِس لق ودق جنگل میں مجھے اور اِس شیر خوار بچہ کو چھوڑ کر جارہے ہو تو فرماتے ہیں کہ اللہ کا حکم اسی طرح ہے، بچوں سے اُسی وقت تک محبت ہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو ورنہ کیسے بچے اور کیسی اُن کی محبت۔ یہی اِبراہیم علیہ السلام اِسماعیل علیہ السلام کو محض اللہ کے حکم سے ذبح کرنے کے لیے لے گئے اور اُن کے گلے پر چھری چلادی۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے اُن کے لڑکے نے اِسلام لانے کے بعد کہا کہ اَبا جان ! جنگ کے اَندر فلاں موقع پر آپ میری تلوکی زَد میں آگئے تھے میں نے صرف باپ سمجھ کر آپ کو چھوڑ دیا، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم ! اگر تو میری تلوار کی زَد میں آجاتا تو اللہ کے حکم کی وجہ سے میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔

اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اِنسان (یعنی مسلمان) کو لازم ہے کہ دل کو مال کی محبت سے الگ کردے اور مخلوق سے اِنقطاع کرلے تاکہ مال اور مخلوق سے دل پاک اور صاف ہوجائے اور جس صفت سے آدمی کا خالی رہنا ممکن نہیں، چاہیے کہ اُس کے درمیانی حصہ پر قائم رہے جس طرح پانی گرمی اور سردی سے خالی نہیں ہے تو خراب اور نقصان دہ ہے اور جب حدِّ اِعتدال پر ہو تو دونوں سے خالی ہے تو ہر صفت میں درمیانی درجہ کا جو حکم ہے وہ اِسی راز کی وجہ سے ہے۔ تو اب دل پر نظر کرنی چاہیے کہ سب سے ٹوٹ کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ﴾ بلکہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی خود حقیقت یہی ہے۔

اِس تقریر سے آپ کو اَندازہ ہو گیا ہوگا کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ کسی کام کو کرتا ہے تو اللہ کے حکم کے ماتحت اور اگر وہ چھوڑتا ہے تو اللہ کے حکم کے ماتحت، اُس کے نزدیک ثواب کی وہی چیز ہے جس کے ثواب دینے پر اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے اور وہ چیز بے چون وچرا قابلِ عذاب اور قابلِ نفرت ہے جس کی بابت اللہ نے عذاب کا فیصلہ فرمایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجرِ اَسود کو بوسہ دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا : اے حجرِ اَسود ! میں تجھ کو جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ تو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے لیکن خدا کی قسم ! اگر میں اپنے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو کبھی بھی تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔

جب بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم ہوتا ہے تو بیت المقدس کو قبلہ بنالیا جاتا ہے اور جب وہاں سے ہٹا کر کعبہ شریف کو قبلہ بنایا ہے تو صحابہ کرامؓ نماز پڑھتے پڑھتے نماز کے اَندر ہی بے چون و چرا کیے بیت المقدس سے منہ پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر لیتے ہیں ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ ﴾

حاصل یہ ہوا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا دل کے ساتھ اِقرار کرنے والا بغاوت کے درجہ سے نکل گیا اور اب وہ باغی نہیں رہا، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اِقرار کے بعد اگر خلافِ قانون کرتا ہے تو قانونی مجرم ضرور ہے لیکن اَحکم الحاکمین کا باغی نہیں اور باغی کی سزا اِس کے سوا کچھ نہیں کہ اُس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے اور اُس کی زندگی ختم کر دی جائے اور قانونی مجرم کی کوئی نہ کوئی حد ضرور ہوتی ہے مثلاً ایک شخص موجودہ قانون میں چوری کرنے والا سال کے بعد یا دو سال کے بعد جس درجہ کا جرم ہوگا سزا بھگتنے پر اپنے مکان آجائے گا لیکن باغی کے لیے سوائے سولی اور پھانسی کے کوئی سزا نہیں۔ اِسی بناء پر اللہ تعالیٰ کی عدالت سے باغی (یعنی جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اِقرار نہیں کرتا) کے لیے یہی فیصلہ ہوگا کہ اُس کی آخری زندگی ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ڈال کر ختم کر دی جائے ﴿ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ﴾ اَلبتہ جو لوگ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اِقرار کرنے والے ہیں وہ باغی نہیں، اُن سے اگر کوئی حرکت خلافِ قانون سرزد ہو جاتی ہے تو اُس کو ایک مخصوص سزا دے کر یا معاف کر کے اُخروی زندگی کے مقام یعنی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ غرضیکہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اِقرار کے بعد ہمارا لینا دینا، محبت اور دُشمنی کا معیار صرف اللہ کے حکم کے تحت ہونا چاہیے۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مَنْ اَعْطٰی لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ وَاَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِیْمَانَ جس نے اللہ کی وجہ سے محبت کی جس نے اللہ کی وجہ سے دُشمنی کی بے شک اُس نے کامل کرلیا

اپنے اِیمان کو، اور جس شخص میں کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد یہ حالات اور تبدیلیاں پیدا نہ ہوں وہ صحیح معنوں میں مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

اِس کلمے کے دُوسرے حصہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں، اِس کا مطلب حضرت مولانا محمد اِلیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ کے تمام حکموں میں خدا کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی معرفت تلاش کروں گا اور جس چیز کے کرنے پر محمدی دربار سے مہر تصدیق ثبت ہوگی اُس کو بے چون وچرا دل سے قبول کروں گا۔

﴿ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴾ (سُورۂ نساء : ۶۵)

اور جس چیز کا حق ہونا محمدی دربار سے معلوم ہوگا اُس کو حق جانوں گا، کسی حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنے اور کسی طریقہ کی پیروی سے روک دینے کے لیے میرے لیے صرف اِتنی بات کافی ہوگی کہ اُس چیز کا حکم یا اُس چیز کی ممانعت خدا کے رسول حضرت محمد ﷺ کے دربار سے ثابت ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ اِس کے علاوہ کسی دُوسری دلیل پر میری اِطاعت اور فرمانبرداری موقوف نہ ہوگی۔ حضور ﷺ کی پیشوائی اور رہنمائی اُسی طرح تسلیم کروں گا جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے زمانہ میں اِطاعت کی بے مثال نظیر قائم کی تھی اور حضور ﷺ کے مقابلہ میں اپنی ہر پیاری سے پیاری چیز کو ٹھکرا دینے میں مجھے کوئی تامل نہ ہوگا۔

شراب :

کون واقف نہیں کہ عرب کے لوگ شراب کے کس قدر شوقین اور دلدادہ تھے، خصوصًا شرابی اِس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ شراب جیسی چیز ایک دم چھوڑ دینی کس قدر مشکل اَمر ہے لیکن حضور ﷺ کی طرف سے منادی آواز دیتا ہے کہ سب لوگ اپنی شراب کو بہادو، شراب کے مٹکوں کو توڑ دو تو اِس آواز کو سن کر اُنہوں نے سمجھا کہ ہم محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کا دل سے اِقرار کر چکے ہیں اگرچہ ہم کو شراب کتنی ہی پیاری اور محبوب ہو لیکن حضور ﷺ کے حکم کے مقابلہ میں ہر چیز ہیچ ہے

چنانچہ تمام مسلمانوں نے اپنی شرابیں بہادیں مٹکے توڑ دیے اور مدینہ کی نالیوں اور گلیوں میں شراب اِس طرح بہتی پھرتی تھی جیسے کہ بارش کے زمانہ میں گلی کوچوں میں پانی بہتا پھرتا ہے۔

وطن :

کس کو معلوم نہیں کہ تکلیفوں کو سروں پر لیتے ہوئے ہمیشہ کے لیے اپنا وطن چھوڑ دینا کوئی آسان کام نہیں پھر طرّہ یہ کہ جائیدادوں اور مکانوں کو چھوڑ کر بیوی بچے اور جملہ عزیز واَقارب کو چھوڑ کر خود بخود بغیر کسی جبر کے جلاوطنی اِختیار کر لینا کس قدر مشکل کام تھا، لیکن لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے اِقرار کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ ہم کس چیز کا اِقرار کر چکے ہیں اور اِس کے اِقرار کرنے کے بعد ہم پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں چنانچہ جب مکہ چھوڑ کر حبشہ جانے کا حکم ملتا ہے تو خوشی خوشی حبشہ پہنچ جاتے ہیں اور جب کچھ روز کے بعد حکم ملتا ہے کہ اب مکہ کی رہائش چھوڑ کر سب لوگ مدینہ آجائیں تو ہزاروں کی تعداد میں مہاجرین اپنے گھروں، اپنے بال بچوں، مال و دولت اور کاروبار کو چھوڑ کر سب کے سب مدینہ پہنچ جاتے ہیں اور پردیس میں جو جو تکلیفیں اور مشقتیں اُٹھانی پڑتی ہیں اُن کا وہی لوگ اَندازہ کر سکتے ہیں جن کے ساتھ یہ واقعات پیش آچکے ہیں۔ (جاری ہے)

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر

اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

شبِ براءت .... فضائل ومسائل

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

ماہِ شعبان کی فضیلت :

یوں تو ہر دن ہر مہینہ ہر سال ہی محترم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے مگر کچھ دن اور مہینے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا کی ہے اُن میں سے ایک مہینہ شعبان المعظم کا بھی ہے اِس مہینہ کی اَحادیثِ مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا'' (مسند فردوس دیلمی)

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ یوں دُعا فرماتے : یا اللہ رجب اور شعبان کے مہینے میں ہمارے لیے برکت فرما اور خیریت کے ساتھ ہم کو رمضان تک پہنچا۔'' (اِبنِ عساکر۔ اَلدعوات الکبیر ج ۲ ص ۱۴۲۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ''جنابِ رسول اللہ ﷺ (شعبان میں) اِتنے زیادہ روزے رکھتے کہ ہم کہتے کہ اب آپ اِفطار نہ کریں گے اور کبھی آپ اِفطار کیے جاتے (یعنی روزے ہی نہ رکھتے) یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان کے مہینے سے زیادہ (نفلی) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۷۸)

اِس حدیث کے پیشِ نظر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے کیوں رکھتے تھے ؟ تو اِس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اُسامہؓ نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اِس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ

''شعبان ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اِس کی فضیلت سے غافل ہیں، اِس مہینہ میں اللہ رب العلمین کے حضور میں لوگوں کے اَعمال پیش کیے جاتے ہیں، میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اَعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔'' (نسائی ج ۱ ص ۲۵۱)

شب ِبراء ت کی فضیلت :

ماہِ شعبان المعظم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت والی رات ہے، اِس رات کے کئی نام ہیں: (۱) لَیْلَۃُ الْبَرَاءَ ۃِ یعنی دوزخ سے بری ہونے کی رات (۲) لَیْلَۃُ الصَّکِّ یعنی دستاویز والی رات (۳) لَیْلَۃُ الْمُبَارَکَۃِ یعنی برکتوں والی رات ۔عُرفِ عام میں اِسے '' شب ِبراء ت'' کہتے ہیں۔شب کے معنی فارسی زبان میں رات کے ہیں اور براء ت عربی کا لفظ ہے جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں۔ یہ شعبان کی پندرہویں شب کو ہوتی ہے۔اَحادیثِ مبارکہ میں اِس شب کی بڑی فضیلت آئی ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔'' (ترمذی ج ا ص ۱۵۶ و اِبن ماجہ ص ۱۰۰)۔کہتے ہیں کہ عرب میں اِس قبیلہ کے پاس تقریبًا بیس ہزار بکریاں تھیں، اَندازہ فرمائیے کہ بیس ہزار بکریوں کے کتنے بال ہوں گے ؟ اُن کا شمار کرنا بھی اِنسان کے بس کی بات نہیں، اِس سے معلوم ہوا کہ اِس رات میں اِتنے لوگ دوزخ سے بری کیے جاتے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

ایک دُوسری حدیث میں آتا ہے کہ ''جب شعبان کی پندرہویں شب آتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک اِعلان کرنے والا اِعلان کرتا ہے کہ کیا کوئی بخشش کا طلبگار ہے کہ میں اُس کو بخش دُوں، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اُسے رزق دُوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اُسے (تکلیف) سے نجات دُوں، کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے ؟ غرض تمام رات اِسی طرح دربار رہتا ہے اور عام بخشش کی بارش ہوتی رہتی ہے حتی کہ فجر ہو جاتی ہے (اور دربار برخاست ہو جاتا ہے)۔'' (فضائل الاوقات ص ۱۲۵ شعب الایمان ج ۳ ص ۳۸۳)

شب ِبراءت میں کیا ہوتا ہے ؟ :

حضورِ اَنور ﷺ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''تمہیں معلوم ہے شعبان کی اِس (پندرہویں) شب میں کیا ہوتا ہے ؟ اُنہوں نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ہوتا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اِس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اِس سال میں جتنے پیدا ہونیوالے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے اِس سال مرنے والے ہیں وہ سب بھی اِس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں اور اِس رات میں سب بندوں کے اَعمال (سارے سال کے) اُٹھائے جاتے ہیں اور اِسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اُترتی ہے۔''

(اَلدعوات الکبیر ج ۲ ص ۱۴۶ ۔ مشکوۃ ج ۱ ص ۱۱۵)

ایک اِعتراض اور اُس کا جواب :

یہاں ایک اِعتراض پیدا ہوتا ہے کہ روزی وغیرہ تو پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی ہے پھر اِس کا کیا مطلب کہ اِس شب میں اِنسان کو ملنے والی روزی لکھ دی جاتی ہے ؟ اِس اِعتراض کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ اِس شب مذکورہ کاموں کی فہرست لوحِ محفوظ سے علیحدہ کر کے اُن فرشتوں کے سُپرد کردی جاتی ہے جن کے ذمہ یہ کام ہیں۔ اَلغرض اِس رات میں پورے سال کا حال قلمبند ہوتا ہے، رزق، بیماری، تنگی، راحت وآرام، دُکھ، تکلیف حتّٰی کہ ہر وہ شخص جو اِس سال پیدا ہونے یا مرنے والا ہو اُس کا وقت بھی اِسی شب میں لکھا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت عطاء بن یسار ؒ فرماتے ہیں کہ اِس مہینے کی پندرہویں شب میں مَلَکُ الموت (عزرائیل علیہ السلام) کو ایک رجسٹر دیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اِس رجسٹر سے نقل کرلو۔ کوئی آدمی کھیتی باڑی کرتا ہے، کوئی نکاح کرتا ہے، کوئی کوٹھی اور بلڈنگ بنوانے میں مشغول ہے مگر اُس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جاچکا ہے۔ (لطائف المعارف ص ۱۴۸ ۔ مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷)

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا پندرھویں شب میں معمول :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ :

ایک رات رسول اَکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور لباس تبدیل فرمانے لگے لیکن پورا لباس اُتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہو گئے اور لباس زیبِ تن فرمایا۔ اِس پر مجھے سخت رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ میری کسی سوکن کے یہاں جا رہے ہیں، آپ کی روانگی کے بعد میں بھی پیچھے پیچھے چلی، یہاں تک کہ میں نے آپ کو ''بقیعِ غرقد'' (جنت البقیع) میں اِس حالت میں دیکھا کہ آپ مسلمان مرد وزَن اور شہداء کے لیے مغفرت طلب فرما رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ! آپ اللہ کے کام میں مشغول ہوں اور میں دُنیاوی کام میں لگی ہوئی ہوں، اس کے بعد میں لوٹ کر اپنے حجرہ میں آئی، میں لمبی لمبی سانس لے رہی تھی کہ اِتنے میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا عائشہ کیا بات ہے سانس کیوں پُھول رہا ہے ؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تشریف لا کر لباس تبدیل فرمانے لگے، ابھی لباس اُتارنے بھی نہ پائے تھے کہ دوبارہ لباس زیبِ تن کیا، اِس پر مجھے رشک آیا اور خیال ہوا کہ آپ کسی اور زوجہ کے گھر تشریف لے جا رہے ہیں تا آنکہ میں نے آپ کو قبرستان میں دُعا میں مشغول دیکھا۔ اِس پر آپ نے اِرشاد فرمایا اے عائشہ ! کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول تم پر کوئی ظلم وزیادتی کرے گا ؟

واقعہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اُنہوں نے کہا کہ آج شعبان کی پندرھویں شب ہے جس میں قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور مشرک، کینہ ور، قطع تعلقی کرنے والے، بدسلوک، غرور سے زمین پر لباس گھسیٹ کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اور عادی شراب خور کی طرف اِس شب نظرِ کرم نہیں فرماتے، اِس کے بعد آپ نے لباس اُتارا اور فرمایا اے عائشہؓ شب بیداری کی اِجازت ہے ؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان بصد شوق، چنانچہ آپ کھڑے ہو گئے اور عبادت کرنے لگے، دورانِ نماز ایک بڑا لمبا سجدہ کیا جس پر مجھے آپ کی قبضِ رُوح کا گمان ہوا، میں اُٹھ کر آپ کو دیکھنے

بھالنے لگی، میں نے آپ کے تلووں کو ہاتھ لگایا تو اُن میں حرکت تھی، اِس پر مجھے خوشی ہوئی، میں نے آپ کو سجدہ میں یہ دُعا کرتے سُنا۔

اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ لَآ اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكْ.

صبح کو میں نے آپ سے اِن دُعاؤں کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِن دُعاؤں کو یاد کرلو اور دُوسروں کو بھی اِن کی تعلیم دو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دُعائیں سکھائیں اور کہا کہ سجدہ میں یہ مکرر سہ کرر ر پڑھی جائیں۔'' (ماثبت بالسنۃ ص ۱۷۳)

شبِ براءت میں کن لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی ؟ :

بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کچھ بدنصیب لوگ ایسے ہیں کہ اِس برکت والی رات میں بھی رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں اور اُن پر نظرِ عنایت نہیں ہوتی۔ ذیل میں ایسے بدقسمت لوگوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو : (۱) مُشرک (۲) جادُوگر (۳) کاہن ونجومی (۴) بغض اور کینہ رکھنے والا (۵) جلاّد (۶) ظُلم سے ٹیکس وصول کرنے والا (۷) باجا بجانے والا اور اُن میں مصروف رہنے والا (۸) جُوا کھیلنے والا (۹) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا (۱۰) زانی مرد وعورت (۱۱) والدین کا نافرمان (۱۲) شراب پینے والا اور اُس کا عادی (۱۳) رشتہ داروں اور مسلمان بھائی سے ناحق قطع تعلقی کرنے والا۔

یہ وہ بدقسمت لوگ ہیں جن کی اِس بابرکت رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی اور رحمتِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ اِس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈالے اور غور وفکر کرے کہ کہیں اِن عیبوں میں سے میرے اَندر تو کوئی عیب اور بُرائی نہیں، اگر ہو تو اُس سے توبہ کرے اور حق تعالیٰ کی طرف رُجوع کرے، یہ خیال نہ کرے کہ میرے اِتنے اور ایسے گناہ کیسے معاف ہوں گے، یہ شیطانی خیال ہے۔

پندرہویں شعبان کے روزہ کا حکم :

آنحضرت ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اور دُوسروں کو بھی اِس کی

ترغیب دیتے تھے، خاص طور پر پندرہویں شب کے روزے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا یہ اِرشاد منقول ہے کہ ''جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی نمازیں پڑھو) اور (اگلے) دن کا روزہ رکھو۔'' (اِبن ماجہ)

شبِ براءت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کن کاموں سے بچنا چاہیے :

(۱) اِس رات میں قیام کرنا یعنی نوافل پڑھنا مستحب ہے۔

(۲) قبرستان جانا اور مسلمان مرد وزَن کے لیے اِیصالِ ثواب کرنا مستحب ہے۔

(۳) اگلے دن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

اِس شب میں صلوٰۃ التسبیح پڑھیں، تہجد پڑھیں اور اِس بات کا خاص خیال رکھیں کہ عشاء اور فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ اَدا کریں، ایسا نہ ہو کہ نفلوں میں تو لگے رہیں اور فرائض چھوٹ جائیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے قبرستان گئے تھے اِس لیے اکیلے جائیں اور صرف مرد جائیں عورتیں نہ جائیں، عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں۔

بہتر ہے کہ شعبان کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تینوں دن کے روزے رکھ لیے جائیں اِنہیں ''اَیَّامِ بِیض'' کہتے ہیں اور اِن دِنوں میں روزہ رکھنے کا بہت ثواب ہے۔

اِس شب میں آتش بازی ہرگز نہ کی جائے اِس کا سخت گناہ ہے اور یہ ہندوؤں کا کام ہے نہ کہ مسلمانوں کا، چراغاں نہ کیا جائے کیونکہ اَوّل تو یہ شریعت سے ثابت نہیں دُوسرے اِس میں اِسراف ہے۔ بہت سے لوگ اِس شب میں بجائے عبادت کے حلوے مانڈے میں مصروف ہو جاتے ہیں، شریعت سے اِس شب حلوہ وغیرہ پکانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہت سے لوگ مسجد میں اکٹھے ہو کر شور و غوغا کرتے ہیں اِس سے بچا جائے اِس کا سخت گناہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نفلی عبادت خُفیہ کی جائے کہ دُوسرے کو پتہ نہ چلے، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اِس شب میں اِس طرح مسجد میں اکٹھے نہیں ہوتے تھے سب اپنے گھروں میں ہی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ✿ ✿ ✿

ماہِ شعبان کی فضیلت

﴿ جناب مولانا غلام یٰسین صاحب ﴾

اِس مہینے کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شَعْبَانُ شَهْرِیْ وَ رَمَضَانُ شَهْرُ اللّٰهِ یعنی شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ رجب کا چاند ہوتا تو حضور ﷺ فرماتے :

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبٍ وَ شَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ.

''اِلٰہی رجب اور شعبان میں ہمیں برکت دے اور ہم کو خیریت کے ساتھ رمضان تک پہنچا دے۔''

کثرتِ صوم :

اِس ماہ میں حضور ﷺ اِس کثرت سے روزے رکھتے تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گمان ہوتا کہ آپ کبھی ترک نہیں کریں گے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :

اَحَبُّ الشَّھُوْرِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنْ یَّصُوْمُ شَعْبَانَ یَصِلُهٗ بِرَمَضَانَ .

''حضور ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ شعبان کے روزے رکھتے رکھتے رمضان سے ملا دیں۔''

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :

مَارَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَصُوْمُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ

''میں نے حضور ﷺ کو شعبان اور رمضان کے سوا متواتر دو مہینے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔''

اِرشاد ہوتا ہے :

شَعْبَانُ بَیْنَ رَجَبٍ وَ شَھْرِ رَمَضَانَ یَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ یُرْفَعُ فِیْهِ اَعْمَالٌ فَاُحِبُّ اَنْ لَّا یُرْفَعَ عَمَلِیْ اِلَّا وَاَنَا صَائِمٌ .

''شعبان، رجب اور رمضان کے درمیان واقع ہوا ہے لوگ اِس سے غفلت برتتے ہیں مگر یہی مہینہ ہے جس میں بندوں کے اَعمال حضرتِ حق کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، میری تمنا ہے کہ میرے اَعمال جب پیش کیے جائیں تو میرا شمارہ روزہ داروں میں ہو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ تمام مہینہ روزے کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا :

اِنَّ اللّٰهَ يَكْتُبُ فِيْهِ مَيْتَةً تَهْلِكُ السَّنَةَ وَاُحِبُّ اَنْ يَّأْتِيَنِيْ اَجَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ .

''اِس مہینہ میں اُن لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جو اِس سال مرنے والے ہوتے ہیں پس مرا جی چاہتا ہے اگر اِسی سلسلہ میں میری اَجل بھی آنے والی ہو تو میں خدا کی بہترین عبادت روزے میں مشغول ہوں۔''

بخششِ عام کی صدا :

حضور ﷺ نے فرمایا کہ شبِ برأت کو اللہ تعالیٰ آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اپنے بندوں سے خطاب فرماتے ہیں حدیث کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں :

اِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا نَهَارَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ لِيْ فَاَغْفِرَ لَهٗ.

''جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو رات کو شب بیداری کرو اور دن کو روزہ رکھو، تحقیق اللہ تعالیٰ چودھویں دن غروبِ آفتاب کے بعد آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتے ہیں اور اپنے بندوں کو ندا کرتے ہیں کہ تم میں کوئی اپنے گناہوں سے بخشش مانگنے والا ہے تو میں اُسے بخش دُوں، کوئی اگر کشائشِ رزق کا طالب ہے تو میں اُسے رزقِ فراخ عطا کردُوں، کوئی بیمار ہے تو میں اُسے شفا دُوں، اِسی طرح سے اللہ تعالیٰ پکارتے رہتے ہیں یہاں تک کہ طلوعِ فجر ہوجاتی ہے۔''

حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ اِس رات اللہ تعالیٰ سوائے مشرک اور کینہ پرور کے تمام کو بخش دیتا ہے۔ مندرجہ بالا اَحکامِ اِلٰہیہ اور شارع علیہ السلام کے اِرشادات کے بعد اگر ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ شب ِ برأت کی توقیر و تعظیم کس طریقہ سے کرتے ہیں، نماز روزہ تو دَر کنار یہ متبرک دن اور یہ متبرک رات لہو ولعب میں گزار دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو اِس رات اپنے بندوں کو اپنے پاس بلاتا ہے کہ مجھ سے مانگو لو مگر ہم اِس قدر غفلت سے کام لیتے ہیں کہ بجائے اِس کے ہم اِس رات اپنے گناہوں سے معافی مانگیں اور اپنی آئندہ فلاح و بہبود چاہیں، گونا گوں اَفعالِ قبیحہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور اپنی خباثت ِ باطنی کا ثبوت پیش کرتے ہیں، دین سے غفلت اور اَحکامِ اِلٰہیہ اور اَحکامِ رسول کی نافرمانی کے سبب ہی آج ہم طرح طرح کے مصائب و آلام کا شکار ہوتے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اَحکامِ اِلٰہیہ اور اَحکامِ رسول کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ✿ ✿

بقیہ : چودھویں صدی کا شیخ الحدیث

تطابق تاریخِ وفات :

آپ کی وفات حسرتِ آیات ۱۳؍ جمادی الاولیٰ کو جمعرات کے روز بعد ظہر ہوئی ہے، یہی تاریخ وفات بانیٔ دارُ العلوم دیوبند حضرت مولانا نانوتوی قدس اللہ سرہ کی ہے۔

مناسب ماہِ وفات بغزوات :

ماہِ جمادی الاولیٰ میں دو غزوے ہوئے ہیں : غزوۂ خیبر و غزوۂ موتہ، اور اِسی ماہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

مناسب ماہِ وفات بوفاتِ صحابہؓ :

ماہِ جمادی الاولیٰ میں حضرت زید بن حارثہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہم کی وفات ہوئی ہے اِس طرح سے آپ کی وفات حضراتِ صحابہ کی وفات کے مطابق ہے۔

✿ ✿ ✿

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

سورۂ کہف کی اِبتدائی تین آیات پڑھنے سے دجال سے حفاظت ہوگی :

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ ثَلٰثَ آیَاتٍ مِنْ اَوَّلِ الْکَھْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَۃِ الدَّجَّالِ .

(ترمذی ج۲ ص۱۱۶ باب ماجاء فی سورۃ الکھف ، مشکٰوۃ ص ۱۸۷)

''حضرت اَبودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص سورۂ کہف کی اِبتدائی تین آیتیں (بھی) پڑھ لیا کرے گا اُسے دجال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا۔''

ف : ''دجال'' سے مراد یا تو وہ دجال ہے جو قربِ قیامت میں نکلے گا اور لوگوں کو اپنے مکروفریب میں پھانسے گا یا پھر ہر وہ جھوٹا اور فریبی مراد ہے جو اپنے جھوٹ اور فریب سے لوگوں کے اِیمان واَعمال کو برباد کرتا ہے۔

حضرت اَبودرداء رضی اللہ عنہ جو اِس حدیث کے راوی ہیں اُن ہی سے ایک اور روایت منقول ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص سورۂ کہف کی اِبتدائی دس آیتیں یاد کرے گا اُسے دجال (کے فتنہ) سے بچایا جائے گا جبکہ مذکورہ بالا حدیث میں تین آیتوں کا ذکر ہے، بظاہر دونوں حدیثیں متعارض ہیں۔ شارحینِ حدیث نے اِس تعارض کے متعدد جواب دیے ہیں یہاں دو جواب ذکر کیے جاتے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثیں اِختلافِ اَحوال واَشخاص پر محمول ہیں جس حدیثِ پاک میں دس آیتوں کا ذکر ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ اگر دس آیتیں پڑھنے والے شخص کی دجال سے ملاقات ہوگئی تو اُسے دجال کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچالیا جائے گا اور جس حدیثِ پاک میں تین آیتوں کا ذکر

ہے اُس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص تین آیتیں پڑھتا رہے گا اُسے دجال کے اُن فتنوں میں مبتلا ہونے سے بچالیا جائے گا جو دجال کی عدمِ ملاقات کی صورت میں پیش آرہے ہوں گے، وجہ یہ ہے کہ دجال کا فتنہ اُس کی ملاقات کی صورت میں زیادہ سخت ہوگا بہ نسبت اُس فتنہ کے جو عدمِ ملاقات کی صورت میں ہوگا لہٰذا جو شخص دس آیتیں پڑھے کرے گا وہ دجال کی ملاقات کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور جو شخص تین آیتیں پڑھے گا وہ اُس فتنہ سے محفوظ رہے گا جس میں لوگ دجال سے ملے بغیر مبتلا ہوں گے۔

دُوسرا جواب یہ ہے کہ پہلے تو دس آیتوں کے یاد کرنے پر مذکورہ خاصیت و برکت کی بشارت دی گئی پھر بعد میں اَزراہِ وسعتِ فضل تین آیتوں کے پڑھنے ہی پر یہ بشارت عطا فرمادی گئی، واللہ اعلم۔

صبح وشام اَعُوْذُ بِاللّٰہِ .... اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھنے کی فضیلت :

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یُصْبِحُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَقَرَأَ ثَلٰثَ آیَاتٍ مِّنْ آخِرِ سُوْرَۃِ الْحَشْرِ وَکَّلَ اللّٰہُ بِہٖ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَکٍ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ حَتّٰی یُمْسِیَ وَاِنْ مَّاتَ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ مَاتَ شَھِیْدًا وَمَنْ قَالَھَا حِیْنَ یُمْسِیْ کَانَ بِتِلْکَ الْمَنْزِلَۃِ. (ترمذی ج۲ ص۱۲۰ ، دارمی ج۲ص ۵۵۰ ، مشکوۃ ص۱۸۸)

''حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم اور پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں ﴿ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ تا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادیتے ہیں جو اُس کے لیے شام تک (خیر و بھلائی کی توفیق کی) دُعا کرتے رہتے ہیں اور اگر یہ شخص اُس دن مرجاتا ہے تو شہادت کی موت مرتا ہے اور اگر کوئی شخص اِن چیزوں کو شام کے وقت پڑھے تو اُسے بھی یہ سعادت حاصل ہوتی

ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اُس کے لیے بھی ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو اُس کے لیے صبح تک خیر و بھلائی کی توفیق کی دُعا کرتے رہتے ہیں اور اگر یہ شخص اُس رات مر جاتا ہے تو شہادت کی موت مرتا ہے)۔''

وفیات

۵/ مارچ کو محترم اَلحاج شاہد اَشرف صاحب کے والد گرامی طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئے۔

۲۵/ مارچ کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا شفیق الرحمن صاحب کے والد صاحب کراچی میں وفات پا گئے۔

گزشتہ ماہ حضرت مولانا سیّد مفتی محمود الحسن صاحب المسعودی کی والدہ صاحبہ مظفر آباد میں اِنتقال فرما گئیں۔

گزشتہ ماہ اَیڈووکیٹ جناب رائے عبد الباسط صاحب کی خوشدامن صاحبہ وفات پا گئیں۔

۱۷/ اپریل کو بھائی حامد صاحب کی خوشدامن صاحبہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

بقلم اَحمد نواز، متعلم جامعہ مدنیہ جدید

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۳ رجمادی الثانی ۱۴۳۷ھ/۱۳ مارچ ۲۰۱۶ء بروز اِتوار بعد ظہر جامعہ مدنیہ جدید کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اِجلاس منعقد ہوا جس میں تعلیمی، تعمیراتی اور مالیاتی اُمور پر مشاورت ہوئی، تعلیمی و مالیاتی اُمور پر اِطمینان کا اِظہار کرتے ہوئے اَرکانِ شوریٰ نے اہلِ خیر حضرات سے تعمیراتی اُمور پر خصوصی توجہ دینے کی پُر زور اپیل کی تاکہ دارُالاقامہ اور رہائشگاہوں کی تعمیر سے تعلیمی کارکردگی مزید بہتر ہو سکے، دُعائے خیر پر اِجلاس ختم ہوا، والحمد للہ۔

۵ اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب دن کے دس بجے جامعہ مدنیہ جدید سے دائرہ دین پناہ مظفر گڑھ کے لیے روانہ ہوئے راستہ میں دارُالعلوم رحیمیہ ملتان کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالستار صاحب مدظلہم بھی شریکِ سفر ہو گئے عصر سے قبل مدرسہ فاروق اعظمؓ کے مہتمم مولانا سمیع اللہ صاحب حیدری زید مجدہٗ کے ہاں پہنچے، اِن حضرات نے حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کا شاندار اِستقبال کیا وہاں کے مقامی حضرات نے حضرت سے اِستفسادہ کیا، حضرت نے مدرسہ میں عوام الناس کو تقریبًا پون گھنٹہ بیان فرمایا اِس کے بعد سامعین کو بیعت بھی فرمایا، مغرب کی نماز کے بعد وہاں سے کبیر والہ کے لیے روانہ ہوئے، حضرت مولانا اِرشاد اَحمد صاحب مدظلہم کی دعوت قبول فرماتے ہوئے ختم بخاری کے پروگرام میں تقریبًا آدھا گھنٹہ قیام کیا بعد اَزاں مولانا عبدالستار صاحب کی معیت میں ملتان دارُالعلوم رحیمیہ میں رات کا قیام فرمایا۔ اگلی صبح دارُالعلوم رحیمیہ کے مہتمم حضرت مولانا اِدریس صاحب مدظلہم سے ملاقات ہوئی اور اِن ہر دو حضرات کی معیت میں جامعہ خیر المدارس ملتان کے شیخ الحدیث حضرت مولانا صدیق اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا محمد حنیف

صاحب جالندھری مدظلہم سے تعزیتی ملاقات فرمائی اِس موقع پر حضرت مولانا صدیق صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا تیمون صاحب بھی موجود تھے۔ خیر المدارس سے لاہور کے لیے روانہ ہوکر بعد عصر بخیریت واپس تشریف لے آئے، والحمدللہ۔

۱۵؍ اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مفتی سلطان صاحب اور بھائی ناصر صاحب کی دعوت پر کرک کے سالانہ اِجتماع میں شرکت کی غرض سے سہ پہر تین بجے جامعہ سے روانہ ہوئے، رات دس بجے پشاور پہنچ گئے رات کا قیام بھائی خالد صاحب کے گھر پر ہوا۔

۱۶؍ اپریل کو ناشتہ کے بعد محترم حاجی اَمان اللہ خان صاحب کی خواہش پر لنڈیواہ لکی مروت تشریف لے گئے جہاں آپ نے دوپہر کا کھانا حاجی اَمان اللہ خان صاحب کے گھر پر تناول فرمایا بعد اَزاں اِجتماع میں شرکت کے لیے سہ پہر تین بجے حاجی اَمان اللہ صاحب کے گھر سے روانہ ہوئے مغرب کے قریب صابر آباد کرک پہنچ گئے جہاں آپ کی آمد لوگوں کے لیے مسرت اور خوشی کا باعث بنی بعد نمازِ مغرب ایفائے عہد پر نہایت مدلل بیان فرمایا۔ بھائی ناصر صاحب کے گھر پر رات کا قیام فرمایا، کرک کے گردنواح کے جامعہ کے فضلاءِ کرام اور طلباء کرام نے حضرت سے ملاقات کی۔

اگلے روز ۱۷؍ اپریل کو فاضلینِ جامعہ مولانا عبدالستار صاحب اور مولانا عبدالجبار صاحب کی خواہش پر مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے ڈومیل بنوں تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک اِینٹ پر کچھ دُعائیہ کلمات پڑھ کر مسجد کا سنگِ بنیاد رکھ کر دُعا فرمائی۔ تقریبًا گیارہ بجے ڈومیل سے براستہ پشاور لاہور کے لیے روانہ ہوئے، رات بارہ بجے بخیر و عافیت جامعہ پہنچ گئے، والحمدللہ۔

۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۳۷ھ/ ۲۱؍ اپریل ۲۰۱۶ء کو جامعہ مدنیہ جدید میں تکمیل بخاری شریف کی پُروقار تقریب منعقد ہوئی۔ اِس تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کلام پاک سے ہوا۔ نعتیہ کلام فاضلینِ جامعہ میواتی برادران اور متعلم محمد عمر نے پیش کیا۔ اِس موقع پر جامعہ مدنیہ قدیم کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم اور مہتمم دارُ العلوم کبیر والا حضرت مولانا محمد اِرشاد صاحب مدظلہم اور جامعہ جدید کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم نے مختصر بیانات کیے۔

شعبہ کمپیوٹر کے نگران فاضلِ جامعہ مولانا ذیشان صاحب چشتی نے سامعین کو جامعہ مدنیہ جدید کے شعبہ کمپیوٹر کی خدمات اور ویب سائٹ سے متعارف کرایا، جامعہ کے اُستاذ الحدیث مولانا محسن گلزار صاحب نے تخصص فی الحدیث کے طلباء کے تحریر کردہ تحقیقی مقالات کی تفصیلات بیان کیں۔

بعد اَزاں شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی اور ''اُمت اور عالمی قیادت'' پر نہایت پُر اَثر بیان فرمایا بعد اَزاں جامعہ کے فضلاء کی دستار بندی ہوئی، اِجتماعی دُعا سے قبل فارغ التحصیل طلباء میں سے پانچ کا اِجتماعی نکاح بھی ہوا۔

اِس مبارک تقریب میں فضلاء کے رشتہ دار اور معزز حضرات جن میں مفتی محمد سعید صاحب اور وفاق المدارس کے مسئول مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور دیگر بہت سے مہمانانِ گرامی ملک بھر سے تشریف لائے تھے، صبح نو بجے تقریب کا آغاز ہو کر دوپہر بارہ بجے اِختتام ہوا۔

٢١ر اپریل کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، حافظ ندیم صاحب کی دعوت پر سالانہ تقسیمِ اَسناد پروگرام میں شرکت لیے ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لے گئے جہاں آپ نے برکاتِ قرآن پر تفصیلی بیان فرمایا۔

❁ ❁ ❁

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

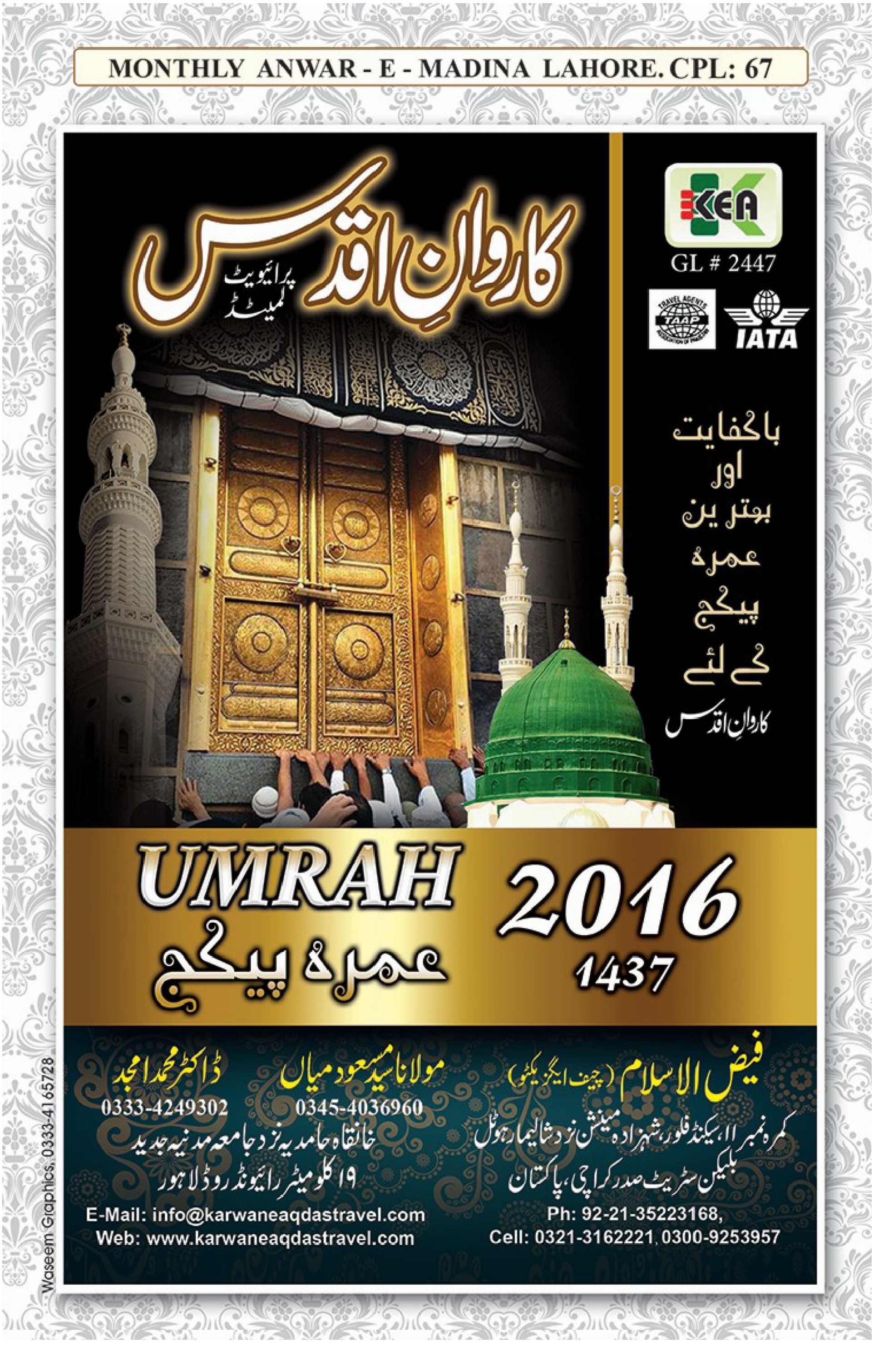

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
کاروانِ اقدس
پرائیویٹ لمیٹڈ
KEA
GL # 2447
TAAP
IATA
باکفایت
اور
بہترین
عمرہ
پیکج
کے لئے
کاروانِ اقدس
UMRAH
2016
عمرہ پیکج
1437
ڈاکٹر محمد امجد
0333-4249302
مولانا سید مسعود میاں
0345-4036960
خانقاہ حامدیہ نزد جامعہ مدنیہ جدید
۱۹ کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
فیض الاسلام (چیف ایگزیکٹو)
کمرہ نمبر ۱۱، سیکنڈ فلور، شہزادہ مینشن نزد شالیمار ہوٹل
بلیکن سٹریٹ صدر کراچی، پاکستان
E-Mail: info@karwaneaqdastravel.com
Web: www.karwaneaqdastravel.com
Ph: 92-21-35223168,
Cell: 0321-3162221, 0300-9253957
Waseem Graphics, 0333-4165728